نیک رشتہ ملنے کے لئے

جن لڑکیوں کی شادی نہ ہوتی ہو یا منگنی ہو کر ٹوٹ جاتی ہو وہ نمازِ فجر کے بعد

یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

312 بار پڑھ کر اپنے لئے نیک رشتہ ملنے کی دعا کریں، اِنْ شَآءَاللہ جلد شادی ہو اور خاوند بھی نیک ملے۔

(نوٹ: وظیفہ کے اوّل آخر تین تین بار دُرُود شریف پڑھنا ہے)
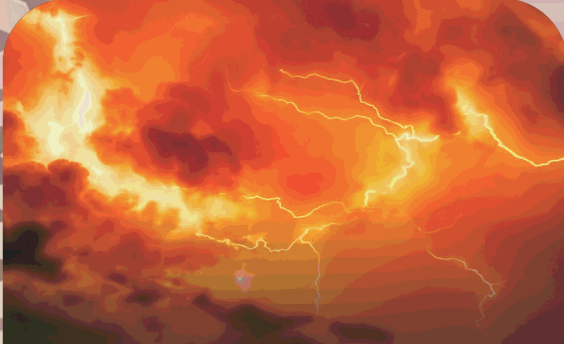
شیطانی وسوسوں سے بچنے کا عمل

یَا مُقْسِطُ

شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لئے 100 بار پڑھنا بہت مفید ہے۔

(نوٹ: وظیفہ کے اوّل آخر تین تین بار دُرُود شریف پڑھنا ہے)

کان کے درد سے نجات

یَا سَمِیْعُ

21 بار (اوّل آخر تین مرتبہ دُرُود شریف) پڑھ کر مریض کے دونوں کانوں میں پھونک مار دیجئے۔ اِنْ شَآءَاللہ کان کے درد سے چھٹکارا ملے گا۔ (مدّتِ علاج: تا حصولِ شفا)
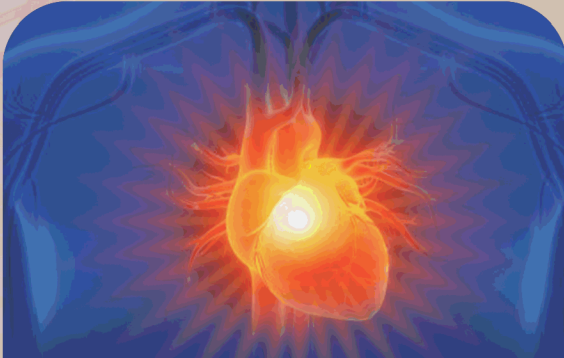
دل روشن کرنے کے لئے

یَا فَتَّاحُ

7 بار جو روزانہ (کسی بھی وقت دن میں ایک مرتبہ) پڑھا کرے گا اِنْ شَآءَاللہ اُس کا دل روشن ہو گا۔

(نوٹ: وظیفہ کے اوّل آخر تین تین بار دُرُود شریف پڑھنا ہے)

بفیضانِ نظر سراج الاُمّہ، کاشفُ الغُمّہ، امامِ اعظم، حضرت سیّدُنا **امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت** رحمۃ اللہ علیہ

بفیضانِ کرم اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین و ملّت، شاہ **امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ علیہ

PRINTER, PUBLISHER, EDITOR AND OWNER
HAMJANI SHABBIRBHAI RAJAKBHAI
BUTVALA'S CHAWL,
NR. CENTRAL WARE HOUSE,
DANILIMDA, AHMEDABAD-380028.
(GUJARAT)

PLACE OF PRINTING
MODERN ART PRINTERS
OPP : PATEL TEA STALL,
DABGARWAD NAKA,
DARIYAPUR, AHMEDABAD-380001.

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو یاد کرو (قسط:01)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ﱟ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا(۴۱)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو، بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

(پ16، مریم:41)

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نَبِیِّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو یاد کرنے کا حکم دیا، کیونکہ وہ خدا کے نبی، رسول، مقرب اور محبوب بندے ہیں۔ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو یاد کرنے کی ایک حکمت "انعامِ الٰہی" ہے کہ اچھی شہرت، نیک چرچا، تعریف وتوصیف خدا کی طرف سے بندے پر انعام ہے کہ خدا لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت اور زبانوں پر ذکر جاری فرمادیتا ہے۔ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو یاد کرنے کی دوسری حکمت اُن کی سیرت، کردار اور حسنِ عمل کی پیروی کی طرف لوگوں کو ترغیب دینا ہے، کیونکہ کاملین کی پیروی انسان کو کامل بنادیتی ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نَبِیِّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔ آیئے! قرآن مجید کے حکم (وَاذْكُرْ، اور یاد کرو) پر عمل کرتے ہوئے، قرآن مجید کی روشنی میں انہیں یاد کرتے ہیں۔

ایک کامل بندۂ مومن کے بیسیوں اوصاف ہوتے ہیں، جو قرآن و حدیث کا علم رکھنے والوں پر روشن ہیں: مثلاً، ایمانِ کامل، توحید پر پختگی، محبتِ الٰہی، اِحقاقِ حق وابطالِ باطل، دعوت الی اللہ یعنی لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا، آزمائشوں کا مقابلہ، جان، مال اور اولاد کی قربانی، اِستقامت، رجوع الی اللہ، صبر، شکر، حِلم اور مخلوق پر شفقت وغیرہا۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نَبِیِّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذات میں یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔

ایمان کامل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ(۱۱۱)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ (پ23، الصّٰفّٰت:111)

توحید پر پختگی

حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نَبِیِّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی قوم بتوں کے علاوہ ستاروں، چاند اور سورج کی پوجا کرتی تھی۔ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اُن تمام مظاہرِ کائنات کا مشاہدہ کرکے قوم کے سامنے کھلم کھلا اعلانِ توحید کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اِن تمام چیزوں سے بیزار ہوں، جنہیں اے میری قوم! تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ قرآن مجید نے اسے یوں بیان فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ(۷۶) فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ(۷۷) فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ(۷۸)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا چھایا تو ایک تارا دیکھا، فرمایا: کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو

فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے میرے رب نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوتا۔ پھر جب سورج کو چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔

(پ7، الانعام:76تا78)

احقاق حق وابطالِ باطل

حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نَبِیِّنا وعلیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کی قوم نہ صرف مشرک و بت پرست تھی، بلکہ جنون کی حد تک بتوں کو چاہنے والی تھی، لیکن آپ علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام نے ہر طرح کی ملامت اور اندیشے سے بے خوف اور خدا پر کامل توکل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ نہیں، بلکہ بار بار اپنی قوم کے سامنے توحید کی حقانیت اور بتوں کی خدائی کا بطلان بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ(۲۶) اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ(۲۷)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں۔ مگر وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو ضرور وہ جلد مجھے راستہ دکھائے گا۔ (پ25، الزخرف:26، 27) اور ایک مقام پر حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نَبِیِّنا وعلیہ الصّلوٰۃُ والسّلام نے فرمایا: ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ(۷۹)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (پ7، الانعام:79)

دعوت الی اللہ (خدا کی طرف بلانا)

حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نَبِیِّنا وعلیہ الصّلوٰۃُ والسّلام نے پوری زندگی اپنی مشرک قوم اور اس کے بعد اہلِ ایمان کے سامنے جو فریضہ سب سے زیادہ انجام دیا، وہ دینِ حق کی دعوت ہی تھا اور اس کے لیے آپ علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام نے مختلف انداز میں قوم کو سمجھایا۔ ایک جگہ فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ(۷۰) قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ(۷۱) قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ(۷۲) اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ(۷۳)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، پھر ان کے سامنے جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔ فرمایا: جب تم پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں؟ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں؟ (پ19، الشعرآء:70تا73)

پھر خدا کی شان بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا: ﴿قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ(۷۵) اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ(۷۶) فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ(۷۷) الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ(۷۸) وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ(۷۹) وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ(۸۰) وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ(۸۱)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: ابراہیم نے فرمایا: کیا تم نے ان (بتوں) کے بارے میں غور کیا جن کی تم اور تمہارے پہلے آباء و اَجداد عبادت کرتے رہے ہیں؟ بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے سارے جہانوں کے پالنے والے کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔ (پ19، الشعرآء:75تا81)

اور نمرود کے سامنے آپ علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام نے لاجواب انداز میں خدا کی عظمت واُلوہیت کا بیان فرما کر دعوتِ توحید دی، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ(۲۵۸)﴾ ترجمہ کنزالعرفان: ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پس تو اسے مغرب سے لے آ۔ تو اس کافر کے ہوش اڑ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (پ3، البقرۃ:258)

(جاری ہے)

قرآنی آیات میں غور و فکر کی دعوت (قسط:2)

قرآنِ کریم نے جن پہلوؤں سے غور و فکر کی دعوت دی ہے ان میں ایک پہلو قرآنی آیات میں غور و فکر بھی ہے۔ قرآنی آیات میں غور و فکر کو اس کے نزول کے مقاصد میں سے بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ صٓ میں فرمایا:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ(۲۹)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔[1]

اس آیت کی تفسیر میں ہے: فقط قرآنِ پاک کی عربی عبارت کو پڑھ لینا نزولِ قرآن کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کی آیات کے معنی اور ان کا مطلب سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے تاکہ اس کی آیتوں میں غور و فکر کرنا، اس میں بیان کی گئی عبرت انگیز باتوں سے نصیحت حاصل کرنا اور اس میں بتائے گئے اَحکامات پر عمل کرنا ممکن ہو، جبکہ فی زمانہ صورتِ حال یہ ہے کہ قرآنِ پاک سمجھنا اور اس میں غور و فکر کرنا تو بہت دور کی بات ہے یہاں تو قرآن پاک گھروں میں ہفتوں بلکہ مہینوں صرف جُزدان اور الماریوں کی زینت نظر آتا ہے اور اس کا خیال آجانے پر اس سے چمٹی ہوئی گرد صاف کر کے دوبارہ اسی مقام پر رکھ دیا جاتا ہے اور اگر کبھی اس کی تلاوت کی توفیق نصیب ہو جائے تو اس کے تَلَفُّظ کی ادائیگی کا حال بہت برا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حالِ زار پر رحم فرمائے اور قرآنِ پاک صحیح طریقے سے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔[2]

سورۃ البقرۃ کی آیت:219 میں فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ(۲۱۹)﴾

ترجمۂ کنزالعرفان: اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

یونہی سورۃ البقرۃ کی آیت 242 میں "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ"، آیت 266 میں "لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ"، سورۃ النور کی آیت 61 میں "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" فرما کر آیاتِ قرآنیہ میں غور و فکر کی دعوت دی ہے۔

اسی طرح قرآنی آیات کو طرح طرح سے بیان کرنے کا مقصد بھی ان میں غور و فکر کو قرار دیا ہے: ﴿اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ(۶۵)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں کہ کہیں ان کو سمجھ ہو۔[3]

سورۂ یونس میں فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ(۲۴)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ہم یونہی آیتیں مُفصَّل

بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔[4]

سورۃ النحل میں فرمایا: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ(۴۴)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔[5]

سورۃ النور کے آغاز میں ارشاد فرمایا: ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِیْهَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(۱)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اُس کے احکام فرض کیے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں کہ تم دھیان کرو۔[6]

یہ تمام آیات ہمیں دعوت دیتی ہیں کہ قرآنی آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرتے ہوئے ان پر غور بھی کیا جائے، معاشی و معاشرتی پہلوہوں یا انفرادی و اجتماعی، ہرطرح سے قرآنی آیات میں غور کرکے زندگی گزاری جائے۔

قرآنی آیات میں غور وفکر نہ کرنے پر وعید

قراٰنِ کریم نے جہاں اس کی آیات میں غور وفکر کی دعوت دی ہے وہیں غور وفکر نہ کرنے پر تنبیہ بھی فرمائی ہے چنانچہ سورۂ محمد میں فرمایا: ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا(۲۴)﴾ ترجمۂ کنزالعرفان: تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ بلکہ دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں۔[7]

صراط الجنان میں ہے کہ تدبُّر قراٰنِ پاک میں گہرے غور وخوض کو کہتے ہیں جو تعصبات اور جانبداری سے پاک اور عقل و نقل کے حقیقی تقاضوں کے مطابق ہو۔[8]

سورۃ النسآء میں فرمایا: ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴾ ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ قراٰن میں غور نہیں کرتے۔[9]

یہاں قراٰن کی عظمت کا بیان ہے اور لوگوں کو اس میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ قراٰنِ حکیم میں غور نہیں کرتے اور اس کے عُلوم اور حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اِس نے اپنی فصاحت سے تمام مخلوق کو اپنے مقابلے سے عاجز کر دیا ہے اور غیبی خبروں سے منافقین کے احوال اور ان کے مکر وفریب کو کھول کر رکھ دیا ہے اور اوّلین و آخرین کی خبریں دی ہیں۔ اگر قراٰن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اسے لانے والا اللہ کا رسول ہے۔

قراٰنِ مجید میں غور وفکر کرنا عبادت ہے لیکن!

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں غور وفکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک آیت سمجھ کر اور غور وفکر کرکے پڑھنا بغیر غور وفکر کئے پورا قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔[10]

قرآن کا ذکر کرنا، اسے پڑھنا، دیکھنا، چھونا سب عبادت ہے۔ قراٰن میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ قراٰن میں وہی غور وفکر مُعْتَبَر اور صحیح ہے جو صاحبِ قراٰن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فرامین اور حضور پُرنور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے صحبت یافتہ صحابۂ کرام اور ان سے تربیت حاصل کرنے والے تابعین کے علوم کی روشنی میں ہو، کیونکہ وہ غور وفکر جو اُس ذات کے فرامین کے خلاف ہو جن پر قراٰن اترا اور اس غور وفکر کے خلاف ہو جو وحی کے نزول کا مُشاہدہ کرنے والے بزرگوں نے کیا، وہ یقیناً معتبر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دورِ جدید کے اُن نت نئے مُحققین سے بچنا ضروری ہے جو چودہ سو سال کے عُلما، فُقہا، محدِّثین و مفسرین اور ساری امت کے فہم کو غلط قرار دے کر قولاً یا عملاً یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ قراٰن اگر سمجھا ہے تو ہم نے ہی سمجھا ہے، پچھلی ساری امت جاہل ہی گزر گئی ہے۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔

(بقیہ اگلے ماہ کے شمارے میں)

---

(1) پ23، ص:29 (2) صراط الجنان، 8/391 (3) پ7، الانعام: 65 (4) پ11، یونس:24 (5) پ14، النحل:44 (6) پ18، النور:1 (7) پ26، محمد:24 (8) صراط الجنان، 9/318 (9) پ5، النسآء:82 (10) احیاء العلوم، 5/170۔

پڑوسی کے حقوق کی اہمیت

محسنِ انسانیت، حضور نبیِّ رحمت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ ترجمہ: جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔[1]

حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مبارک تعلیمات انسانیت کی حقیقی محافظ ہیں۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ایک ستھرے اور انسان دوست معاشرے کی بنیاد رکھی۔ آپ کی انسانیت پر احسان والی تعلیمات میں سے یہ حدیثِ پاک بھی ہے جس میں ہمسائے کے اکرام کو ایمان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پڑوسی کے اکرام کے بارے میں علامہ زرقانی رحمۃُ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعنی خندہ پیشانی اور بشاشت سے ملے، اسے خیر اور نفع پہنچائے، اس سے تکلیف کو دور کرے اور اگر اُس کی جانب سے اِسے کوئی پریشانی پہنچے تو اسے برداشت کرے۔[2]

پڑوسی کسے کہتے ہیں؟

جب ہمسائے کے حقوق کی بات ہے تو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ہمسایوں میں کون کون شامل ہے چنانچہ حضور نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کچھ صحابہ کو مسجد کے دروازے پر جاکر یہ اعلان کرنے کا ارشاد فرمایا: سن لو! 40 گھر پڑوس میں داخل ہیں۔[3]

حضرت سیّدُنا امام زُہری رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 40 گھر دائیں، 40 بائیں، 40 آگے اور 40 گھر پیچھے، اس طرح آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے چاروں جانب اشارہ فرمایا۔[4]

قریبی پڑوسی کون؟

پارہ 5 سُوْرَۃُ النِّسَآء کی آیت نمبر 36 کے تحت تفسیراتِ احمدیہ میں ہے کہ قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دُور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو محلہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دُور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دُور کا ہمسایہ ہے۔[5]

اس بات کو رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مبارک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے: پڑوسی 3 قسم کے ہیں، بعض کے 3 حق ہیں، بعض کے 2 اور بعض کا ایک حق ہے۔ جو پڑوسی مسلم ہو اور رشتہ دار ہو، اس کے 3 حق ہیں۔ حقِ جوار اور حقِ اسلام اور حقِ قَرابت۔ مسلم پڑوسی کے 2 حق ہیں، حقِ جوار اور حقِ اسلام اور غیر مسلم پڑوسی کا صرف ایک حقِ جوار ہے۔[6]

پڑوسی کا حق کیا ہے؟

کئی مواقع پر رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے پڑوسی کے حقوق کو مفصل بھی بیان فرمایا چنانچہ ایک موقع پر فرمایا: کیا

تمہیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ یہ کہ جب وہ تم سے مدد مانگے، مدد کرو اور جب قرض مانگے، قرض دو اور جب محتاج ہو تو اسے دو اور جب بیمار ہو تو عِیادَت کرو اور جب اسے بھلائی پہنچے تو مبارک باد دو اور جب مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اور وفات پا جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ اور اس کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا روک دو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اس کو ایذا نہ دو مگر اس میں سے کچھ اسے بھی دو اور پھل خریدو تو اس کے پاس بھی ہدیہ کرو اور اگر ہدیہ نہ کرنا ہو تو چھپا کر مکان میں لاؤ اور تمہارے بچے پھل لے کر باہر نہ نکلیں کہ پڑوسی کے بچوں کو رَنج ہو گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مکمل طور پر پڑوسی کا حق ادا کرنے والے تھوڑے ہیں، وہی ہیں جن پر اللہ پاک کی مہربانی ہے۔[7]

پڑوسیوں کے عام حقوق

احادیث مبارکہ کی روشنی میں حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑوسیوں کے جو حُقُوق بیان کیے ہیں، ہمیں لازمی جاننے چاہئیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

- پڑوسیوں کے ساتھ سلام میں پہل کرے۔
- ان کے ساتھ طویل گفتگو نہ کرے۔
- ان کے حالات کے بارے میں زیادہ سوال نہ کرے۔
- جب وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرے۔
- مُصیبت کے وقت ان کی غم خواری کرے۔
- مُشکل وقت میں ان کا ساتھ دے۔
- خوشی میں ان کو مبارک باد دے۔
- ان کی خوشی میں شرکت کرے۔
- ان کی لغزشوں کو مُعاف کرے۔
- اپنے گھر کی چھت پر سے ان کے گھر میں مت جھانکے،
- ان کی دیوار پر شہتیر رکھ کر، ان کے پرنالے میں پانی گِرا کر اور ان کے صحن میں مٹی وغیرہ ڈال کر انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔
- ان کے گھر کے راستے کو تنگ نہ کرے۔
- جو کچھ وہ اپنے گھر لے جا رہے ہوں اس پر نظر نہ گاڑے۔
- اگر ان کے عُیوب اس پر ظاہر ہوں تو انہیں چُھپائے۔
- اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو فوراً ان کی مدد کرے۔
- پڑوسیوں کی غیر موجودگی میں ان کے گھر کی حفاظت (Safety) کرنے میں غفلت کا مُظاہرہ نہ کرے۔
- ان کے خلاف کوئی بات نہ سُنے۔
- ان کی (عورتوں) کے سامنے نگاہیں نیچی رکھے۔
- ان کی اولاد کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرے۔
- دِین و دنیا کے جس مُعاملے میں انہیں راہنمائی کی ضرورت ہو (تو) اس میں ان کی راہنمائی کرے۔[8]

ہر عقلمند شخص اچھی طرح یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ پڑوسیوں کے حُقُوق کی بجا آوری کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کتنی شاندار ہیں کہ اگر آج مسلمان صحیح معنٰی میں ان حسین تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں اور ان کے مطابق عمل پیرا ہو جائیں تو وہ دن دُور نہیں کہ ہمارے معاشرے میں حقیقی معنٰی میں انقلاب برپا ہو جائے اور مُعاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔ مگر افسوس! کہ جیسے جیسے ہم زمانۂ نَبوِی سے دُور ہوتے جا رہے ہیں دیگر مُعاملات کے ساتھ ساتھ اب پڑوسیوں کے حُقُوق کی ادائیگی کے مُعاملے میں بھی پستی کے گہرے گڑھے میں گِرتے جا رہے ہیں۔ بعض نادان تو اس قدر بے حِس ہوتے ہیں کہ گھر کے اندر موجود بہن بھائیوں حتّٰی کہ والدین تک کو ہی نہیں پوچھتے تو اندازہ لگائیے کہ وہ گھر کے باہر والے پڑوسیوں کا کیا خیال رکھیں گے اور کیا ان کے حُقُوق ادا کریں گے۔

---

(1) بخاری، 4/105، حدیث: 6019 (2) زرقانی علی الموطا، 4/409 (3) معجم کبیر، 19/73، حدیث: 143 (4) احیاء العلوم، 2/266 (5) تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآیۃ: 36، ص275 (6) شعب الایمان، 7/83، 84، حدیث: 9560 (7) شعب الایمان، 7/83، حدیث: 9560 (8) احیاء العلوم، 2/267۔
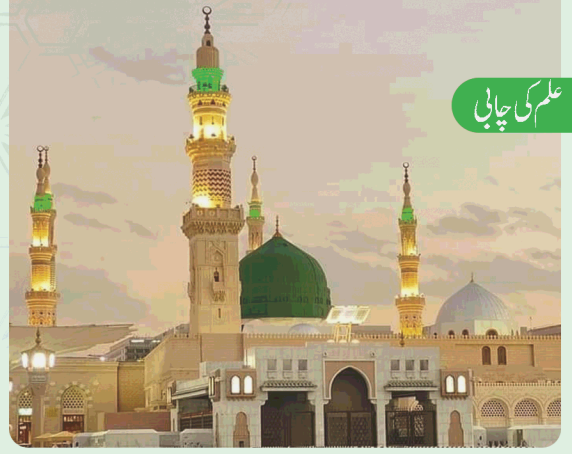
دیہات والوں کے سوالات (قسط:07) اور رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے جوابات

مکہ شریف اور مدینہ پاک کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی بستیاں، قبیلے، گاؤں اور دیہات آباد تھے، ان میں سے کچھ قریب اور کچھ دور دراز سفر پر واقع تھے۔ ان میں رہنے والے لوگ ہمارے پیارے نبی، مکی مدنی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور اپنی مشکلات، مسائل اور اُلجھنیں سُلجھانے کے لئے آپ سے سوالات کرتے، ان میں سے 22 سوالات اور ان کے جوابات پچھلی 6 قسطوں میں بیان کئے جاچکے، یہاں مزید 4 سوالات اور پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے جوابات ذکر کئے جارہے ہیں:

علم کیسے اُٹھایا جائے گا؟ حضرت اَبو اُمامہ باہِلی رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ جب حجۃ الوَداع کے موقع پر نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خطبہ دیا تو آپ ایک گندمی رنگ کے اونٹ پر سوار تھے اس دن آپ نے اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس رضی اللہُ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا۔ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: یَا اَیُّهَا النَّاسُ خُذُوا مِنَ الْعِلْمِ قَبْلَ اَنْ یُّقْبَضَ الْعِلْمُ، وَقَبْلَ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ یعنی اے لوگو! علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ علم اُچک لیا جائے اور قبل اس کے کہ علم اُٹھالیا جائے اور اللہ پاک نے جب یہ آیت ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ-وَ اِنْ تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ-عَفَا اللّٰهُ عَنْهَاؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ(۱۰۱)﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ انہیں معاف فرما چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔[1] نازل فرمادی تو ہم رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے زیادہ سوالات کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور احتیاط کرتے تھے۔ ایک دن ہم ایک دیہاتی کے پاس آئے ہم نے اُسے ایک چادر دی، اُس نے اُس کا عمامہ باندھ لیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس چادر کا ایک کنارہ اس کی سیدھی اَبرو کے پاس سے نکل رہا تھا۔

ہم نے اس سے کہا: نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے کوئی سوال پوچھو، چنانچہ اس نے کہا: یَا نَبِیَّ اللہ! کَیْفَ یُرْفَعُ الْعِلْمُ مِنَّا وَبَیْنَ اَظْهُرِنَا الْمَصَاحِفُ وَقَدْ تَعَلَّمْنَا مَا فِیْهَا، وَعَلَّمْنَا نِسَاءَنَا وَذَرَارِیَّنَا وَخَدَمَنَا یعنی اے اللہ کے نبی! جب ہمارے درمیان قراٰنِ پاک موجود ہے تو ہمارے درمیان سے علم کیسے اٹھالیا جائے گا جبکہ ہم نے خود بھی اس کے احکام سیکھ لئے ہیں اور اپنی بیویوں، بچّوں اور خادموں کو بھی سکھا دیئے ہیں؟

نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنا سر مبارک اٹھایا تو چہرہ مبارک پر جلال کی وجہ سے سرخی کے آثار تھے، آپ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے، ان یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس بھی تو آسمانی کتابوں کے مصاحف ہیں لیکن اب وہ کسی ایک حرف سے بھی نہیں چمٹے ہوئے جو ان کے انبیائے کرام لے کر آئے تھے یاد رکھو! علم اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ حاملینِ علم اٹھ جائیں گے یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔[2]

علم یوں اُٹھے گا قیامت کے قریب علم کیسے اُٹھ جائے گا اس بات کی وضاحت خود رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی اس

حدیث میں موجود ہے: حضرت عبدُ اللہ بن عَمرو رضی اللہُ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اللہ پاک علم کھینچ کر نہ اُٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ عُلما کی وفات سے علم اٹھائے گا حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے، (خود) گمراہ ہوں گے اور (دوسروں کو) گمراہ کریں گے۔[3]

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حدیث کا تتمّہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریبِ قیامت علم اُٹھ جائیگا، جہالت پھیل جائے گی، یعنی اس کے اٹھنے کا ذریعہ نہ ہو گا کہ لوگ پڑھا ہوا بھول جائیں گے، بلکہ علماء وفات پاتے رہیں گے اور بعد میں دوسرے علماء پیدا نہ ہوں گے جیسا کہ اب ہو رہا ہے کہ ایک خلقت انگریزی کے پیچھے پھر رہی ہے، دینِ رسول اللہ یتیم ہو کر رہ گیا۔ علم سے علمِ دین مراد ہے۔ پیشوا سے مراد قاضی، مفتی، امام اور شیخ ہیں جن کے ذمّے دینی کام ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ دینی عہدے جاہل سنبھال لیں گے اور اپنی جہالت کا اظہار ناپسند کریں گے۔ مسئلہ پوچھنے پر یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں خبر نہیں بلکہ بغیر علم گھڑ کر غلط مسئلے بتائیں گے اس کا انجام ظاہر ہے۔ بے علم طبیب مریض کی جان لیتا ہے اور جاہل مفتی اور خطیب ایمان برباد کرتے ہیں۔[4]

مہینے کی کون سی تاریخ کے روزے رکھیں؟ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک آدمی کو کھانے کی دعوت دی۔ اُس نے کہا: اِنِّیْ صَائِمٌ یعنی میں روزہ دار ہوں۔ فرمایا: تم کون سے روزے رکھ رہے ہو؟ اگر کمی بیشی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمہیں نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی وہ حدیث سُناتا کہ جب آپ کی خدمت میں دیہات کا رہنے والا آدمی ایک خرگوش لے کر حاضر ہوا، تم ایسا کرو کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہُ عنہ کو بلا کر لاؤ۔ جب حضرت عمار رضی اللہُ عنہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہُ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا آپ اس دن نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں موجود تھے جب ایک اعرابی خرگوش لے کر حاضرِ خدمت ہوا تھا۔ حضرت عمار رضی اللہُ عنہ نے کہا: جی ہاں! میں نے اس پر خون لگا ہوا دیکھا تھا، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: كُلُوْهَا "اسے کھاؤ"، وہ کہنے لگا کہ میرا روزہ ہے، آپ نے فرمایا: وَاَیُّ الصِّیَامِ تَصُوْمُ؟ تم نے کون سا روزہ رکھا ہوا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں ہر مہینے کے شروع اور آخر میں روزہ رکھتا ہوں۔ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اِنْ كُنْتَ صَائِمًا، فَصُمِ الثَّلَاثَ عَشْرَةَ، وَالْاَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَالْخَمْسَ عَشْرَةَ اگر تم روزہ رکھنا ہی چاہتے ہو تو نفلی روزے کے لئے مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھو۔[5]

مال جمع کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام خالد بن اسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہُ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک ایک دیہات کا رہنے والا آدمی ملا، اُس نے آیت ﴿وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، پڑھ کر سوال کیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہُ عنہما نے فرمایا: جس نے اسے خزانہ بنا کر رکھا، اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی، تو اس کے لئے ہلاکت ہے، یہ آیت زکوٰۃ کا حکم اترنے سے پہلے کی ہے، پھر جب زکوٰۃ کا حکم اترا تو اللہ پاک نے اسے مالوں کی پاکی کا ذریعہ بنا دیا، پھر فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے کہ میں اس کی تعداد جان لوں گا اور اس کی زکوٰۃ ادا کروں گا اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کو استعمال کرتا ہوں گا۔[6]

(جاری ہے)

(1) پ7، المائدۃ: 101 (2) مسند احمد، 36/621، حدیث: 22290 (3) بخاری، 1/54، حدیث: 100 (4) مراٰۃ المناجیح، 1/192 (5) مسند احمد، 1/337، حدیث: 210 (6) ابن ماجہ، 1/371، حدیث: 1787۔

(دوسری اور آخری قسط)

رسولُ اللہ صَلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا خادمین کے ساتھ انداز

گذشتہ سے پیوستہ

3 ہمارے یہاں خدمت کرنے والوں کے ساتھ ایسا تکلیف دینے والا انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ جس سے وہ نجات پانے، جان چھڑانے اور دور جانے کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ رحمتِ عالم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خادموں کے ساتھ جو انداز اختیار کیا اس کی برکت سے وہ خادم آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر اپنی جان چھڑکنے کو اور آپ کے مزید قریب ہونے کو اپنا اعزاز سمجھتا چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہُ عنہ آٹھ سال کی عمر میں دشمنوں کے ہاتھ قید ہوگئے تھے، جب وہ آپ کو بازار میں فروخت کرنے لائے تو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہُ عنہ نے آپ کو خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہُ عنہا کو بطورِ تحفہ پیش کر دیا۔ جب حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہُ عنہا کا حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے نکاح ہوا تو آپ نے حضرت زید رضی اللہُ عنہ کو خدمتِ مصطفےٰ کے لئے مقرر کر دیا۔ جب حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہُ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ کے چھوٹے بھائی بارگاہِ رسالت میں بطورِ خدمت گار ہیں تو وہ آپ کو لینے آئے اور یوں عرض کی: یارسولَ اللہ! میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ آپ نے فرمایا: وہ یہی ہیں، اگر آپ کے ساتھ جانا چاہیں تو میں نہیں روکوں گا۔ حضرت زید رضی اللہُ عنہ نے یہ سُن کر عرض کی: یارسولَ اللہ! میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ حضرت جبلہ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے بھائی کی رائے اپنی رائے سے بہتر دیکھی (وہ اِس طرح کہ میں نے انہیں رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے فراق [جدا ہونے] کا مشورہ دیا اور آپ نے وصال [قریب رہنا] چاہا وہ مجھ سے بہتر رائے والے تھے انہوں نے حضور کو اختیار کیا۔)[1]

4 اندازِ مصطفےٰ میں "خادم" کو دعا سے نوازنا بھی ملتا ہے چنانچہ ایک موقع پر حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہُ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! انس آپ کا خادم ہے، اِس کے لئے دعا فرمایئے۔ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اِس کے مال و اولاد میں اضافہ فرما اور جو کچھ تو نے اسے دیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔[2]

5 ہماری خواہش ہوتی ہے کہ خادم ہمارے منہ سے نکلنے سے پہلے ہماری ضرورت پوری کر دے اور ہم اُس کی شدید ضرورتوں کو پورا کرنے سے بھی بچے رہیں، رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا انداز یہ تھا کہ آپ خود خادموں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے خادم سے یوں پوچھا کرتے: کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ ایک دفعہ خادم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! میری ایک حاجت ہے۔ فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ عرض کی: میری حاجت یہ ہے کہ آپ روزِ قیامت میری شفاعت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اس بارے میں تیری رہنمائی کس نے کی؟ اس نے کہا: میرے ربّ نے۔ فرمایا: کیوں نہیں! تو پھر تو سجدوں کی کثرت سے میری مدد کر۔[3]

حضرت ربیعہ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: میں رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت کیا کرتا تھا اور میرا پورا دن آپ کی ضروریات پوری کرنے میں گزرا کرتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم عشاء کی نماز ادا فرما لیتے، نمازِ عشاء کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے جاتے تو میں آپ کے دروازے پر

بیٹھ جاتا۔ میں سوچتا کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو کوئی ضرورت پیش آجائے، میں کافی دیر تک آپ کی آواز سنتا رہتا کہ آپ سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ وَبِحَمْدِہٖ کے الفاظ ادا کرتے رہتے، یہاں تک کہ میں ہی تھک کر واپس آجاتا، یا مجھ پر آنکھیں غلبہ پالیتیں اور میں سوجاتا۔[4]

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہُ عنہ رات کے وقت حسبِ معمول وضو کا پانی وغیرہ لے کر حاضر تھے، دریائے رحمت جوش میں آیا تو رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ”مانگو!“ وہ صحابی تھے، اِختیاراتِ مصطفےٰ کی وسعت صبح شام اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے، یہ بھی جانتے تھے کہ یہ وہ بارگاہ ہے کہ جہاں کچھ مانگنے پر انکار نہیں کیا جاتا اور ”اگر“ کی قید بھی نہیں لگائی جاتی لہٰذا عرض کی: میں آپ سے جنّت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ فرمایا: اِس کے علاوہ؟ عرض کی: بس یہی۔ فرمایا: اپنے معاملے میں کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔[5]

6 اندازِ مصطفےٰ میں خادم کے بیمار ہونے کی صورت میں عیادت کے لئے جانا بھی شامل ہے چنانچہ ایک یہودی لڑکا خدمتِ مصطفےٰ کیا کرتا تھا، ایک دن وہ بیمار ہوگیا۔ آپ اُس کی طبیعت پوچھنے تشریف لائے، اُس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: مسلمان ہوجا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا: ابو القاسم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچالیا۔[6]

اللہ کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جیسے اپنے طرزِ عمل سے اِس طبقے کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا طریقہ سکھایا ہے اِسی طرح اپنے اندازِ بیان کے ذریعے اِس طبقے کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں، اِس سلسلے میں چند روایات یہ ہیں:

1 اُجرت یا مزدوری جلد ادا کرنے کی تاکید یوں فرمائی: اجیر کو اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔[7]

2 اُجرت یا مزدوری نہ دینے یا کم دینے پر وعید سنائی چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کا میں قیامت میں خود مدعی بنوں گا: 1 وہ شخص جس نے میرے نام پہ عہد کیا اور پھر عہد توڑا 2 وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی 3 وہ شخص جس نے کسی کو مزدور کیا پھر کام تو اس سے پورا لیا لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔[8]

3 باربار غلطی ہوجانے پر ہر مرتبہ معاف کرنے کی تلقین فرمائی چنانچہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے ایک شخص نے پوچھا: یارسولَ اللہ! میں اپنے خادم (کی غلطیوں) کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ فرمایا: روزانہ 70 مرتبہ۔[9]

4 رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خادم کو ہمارا بھائی فرمایا اور اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا: تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں، اللہ پاک نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے، لہٰذا جس کے تحت اس کا بھائی (خادم) ہو، وہ اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے، اپنے کپڑوں میں سے پہنائے اور اسے کسی ایسے کام کی ذمّہ داری نہ سونپے جو اسے عاجز کر دے اور اگر اسے کسی ایسے کام کا ذمّہ دار بناتا ہے جو اسے عاجز کر دے تو اس کی مدد کرے۔[10]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی آخری بات (انتقال کے موقع پر) یہ تھی کہ نماز نماز (یعنی نماز کا ہمیشہ خیال رکھنا) اور جو تمہاری ملکیت میں (غلام اور لونڈی) ہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔[11]

اللہ کریم ہمیں رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے حسنِ اخلاق کا صدقہ نصیب کرے۔ اٰمین

---

(1) ترمذی، 5/446، حدیث: 3841 (2) بخاری، 4/202، حدیث: 6344 (3) مسند احمد، 25/479، حدیث: 16076 (4) مسند احمد، 27/118، حدیث: 16579 (5) مسلم، ص199، حدیث: 1093 (6) بخاری، 1/456، حدیث: 1356 (7) ابن ماجہ، 3/162، حدیث: 2443 (8) بخاری، 2/66، حدیث: 2270 (9) ترمذی، 3/381، حدیث: 1956 (10) ترمذی، 3/380، حدیث: 1952 (11) ابوداؤد، 4/437، حدیث: 5156۔

شہر بعلبک

(قسط:02)

حضرت سیدنا الیاس علیہ السّلام

حضرت سیّدنا الیاس علیہ السّلام کی حیات مبارکہ کا مختصر تذکرہ پچھلے ماہ کے شمارے میں گزرا، آیئے اب آپ کی کچھ تفصیلی سیرت مبارکہ پڑھیے:

پیدائش جب حضرت الیاس علیہ السّلام پیدا ہوئے تو اس رات انوار و تجلیات کا ظہور ہوا جن سے بنی اسرائیل کے محلات روشن ہوگئے بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے جب یہ دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ کوئی زبردست بات ہوئی ہے، بادشاہوں نے خبر معلوم کروائی تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت ہارون علیہ السّلام کے گھرانے میں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے۔[1] آپ نے بہترین پرورش پائی، بنی اسرائیل قوم آپ کے بارے میں کہا کرتی تھی: یہی حضرت الیاس علیہ السّلام وہ خوش نصیب ہیں جن کے بارے میں حضرت ہارون کے بیٹے حضرت عیزار نے ہمیں یہ خوش خبری سنائی ہے کہ اللہ اپنے ایک بندے کے ہاتھوں بنی اسرائیل کے سرکش بادشاہوں اور نافرمان سرداروں کو ہلاک فرمائے گا۔[2]

کم عمری میں جان کا خطرہ جب آپ سات سال کے ہوئے توریت حفظ کرنا شروع کردی ایک مرتبہ آپ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہیں اپنی طرف سے ایک عجیب چیز دکھاتا ہوں۔ پھر آپ نے قوم کو بلند آواز سے پکارا آواز دور دور تک گئی اور لوگوں کے دلوں کو خوفزدہ کرگئی جب لوگوں کا خوف ختم ہوا اور دل پر سکون ہوئے تو انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کرلیا، کسی نے تو یہ تک کہہ دیا: یہ بچہ جادوگر ہے۔[3] لہٰذا (خطرہ محسوس ہونے پر) آپ نے وہاں سے ہجرت کی اور پہاڑوں کی طرف نکل آئے وہ لوگ آپ کا پیچھا کررہے تھے جب وہ لوگ قریب پہنچے تو ایک پہاڑ شق ہوگیا اور آپ اس میں داخل ہوگئے (اور پہاڑ دوبارہ پہلے جیسا ہوگیا) یہ دیکھ کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے آپ کا پیچھا کرنے والے لوگوں کو سزا دی۔[4]

پہاڑ نے آپ سے کلام کیا اس پہاڑ نے آپ علیہ السّلام سے کلام کیا کہ اے الیاس! میں آپ کے ٹھہرنے اور قیام کی جگہ ہوں اس طرح آپ نے وہیں اپنی رہائش کرلی، پہاڑ پھر سے شق ہوگیا (آپ جب چاہتے پہاڑ سے باہر تشریف لے آتے) جنگلی جانوروں کے ساتھ آپ (پہاڑ کے) چکر لگاتے تھے۔[5]

اعلانِ نبوت آپ گری پڑی مباح چیزوں کو اٹھا کر کھالیتے تھے (اسی طرح ایام زندگی گزرتے رہے) یہاں تک کہ آپ کی عمر مبارک 40 سال ہوگئی۔ اللہ کریم نے آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السّلام وحی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور حکم ربانی سنایا کہ آپ باطل معبودوں کی عبادت کرنے والی بنی اسرائیل قوم اور ان کے بادشاہوں اور نافرمان سرداروں کے پاس جائیں اور انہیں ایک اللہ کی عبادت اور اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بلائیں، پھر آپ کو اللہ کریم نے قوت عطا فرمائی اور جنگلی جانور، پہاڑ اور آگ کو آپ کا

تابعدار بنادیا۔ بنی اسرائیل قوم اس وقت 70 بستیوں میں آباد تھی اور ہر بستی ایک الگ شہر کا درجہ رکھتی تھی کہ ہر بستی کا ایک الگ ہی سردار اور بادشاہ تھا جو وہاں کے انتظامی معاملات چلایا کرتا تھا یہ سب لوگ "بعل" نامی ایک باطل معبود کی عبادت کیا کرتے تھے۔[6]

آگ نے رسالت کی گواہی دی حضرت الیاس علیہ السّلام حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے ایک بستی میں پہنچے جس کے بادشاہ کا نام آجاب تھا آپ کے بدن پر اس وقت ایک اون کا جبہ تھا، آپ بادشاہ کے محل کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور بہترین آواز اور لب و لہجہ میں توریت شریف پڑھنا شروع کر دی بادشاہ کے کانوں میں آپ کی آواز پہنچی تو اپنی ملکہ سے کہنے لگا: کیا تمہیں آواز نہیں سنائی دے رہی؟ یہ آواز کتنی پیاری اور خوب ہے، ملکہ کھڑی ہوئی اور (محل کے) اوپر سے جھانکا پھر پوچھا: اے مرد! تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر اپنا اور اپنے والد کا نام بتایا اور فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں،[7] اس نے پوچھا: اس دعویٰ کی سچائی میں آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ آپ نے کہا: آگ لے آؤ! اللہ کی قدرت سے وہ میرے بارے میں بتائے گی کہ میں کون ہوں، ملکہ آگ لے کر آئی تو آپ نے آگ سے فرمایا: اللہ کی قدرت سے میرے بارے میں بتا، آگ کے شعلے اوپر اٹھے اور اسے قوتِ گویائی مل گئی، کہنے لگی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت الیاس اللہ کے رسول ہیں، ملکہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئی[8] اور جا کر بادشاہ کو ساری بات بتادی، یہ سن کر بادشاہ آپ کے پاس چل کر آیا پھر دونوں میاں بیوی آپ پر ایمان لے آئے آپ نے بادشاہ کو صبر اور جہاد کی نصیحت فرمائی، اس کے بعد آپ واپس آگئے۔

آگ بجھ گئی دن اسی طرح گزرتے گئے پھر ایک دن بنی اسرائیل قوم میں تہوار کا دن آیا تو سب لوگ خوب بناؤ سنگھار اور زیب و زینت کر کے باہر نکل آئے اور اپنے باطل معبود بعل کو ایک جگہ کھڑا کر دیا، آپ علیہ السّلام تشریف لائے اور انہیں معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی طرف بلایا، اور فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل (جھوٹے معبود) کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھے پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا[9] قوم نے پوچھا: تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے بھول گئے میں تم ہی میں سے ہوں اور تمہارے ساتھ رہتا تھا، میں الیاس ہوں، یہ سنتے ہی انہوں نے آپ کے منہ مبارک کی طرف مٹی پھینکنی شروع کر دی ہر طرف سے آپ کی جانب پتھر پھینکے جا رہے تھے (اے اللہ! ہمیں اپنے پیاروں کی بے ادبی سے محفوظ رکھ!)، سب سے بڑے بادشاہ کا نام عامیل تھا، اس نے تانبے کی ایک بڑی دیگ میں تیل گرم کرنے کا حکم دیا، پھر (جب تیل جوش مارنے لگا تو) عامیل بادشاہ آپ علیہ السّلام سے کہنے لگا: اگر تم واپس چلے جاتے ہو (تو تمہاری جان بخشی جائے گی) ورنہ میں تمہیں اس کھولتے تیل میں پھینک دوں گا۔ آپ نے فرمایا: میں اس سرزمین پر اکیلا ہوں اور تم سب کے مقابلے میں تنہا ہوں، البتہ ایک ایسی نشانی دکھا سکتا ہوں جو میرے اس دعویٰ کی سچائی کی دلیل ہے کہ مجھے تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے (دلیل لاؤ)! آپ نے فرمایا: اے آگ! تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بجھ جا، آپ کے منہ سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ آگ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بجھ گئی اور تیل کا جوش ٹھنڈا ہو گیا یہ دیکھ کر لوگ حیران رَہ گئے۔

بقیہ اگلے ماہ کے شمارے میں

---

(1) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14/10 (2) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14/10
(3) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14/10 (4) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14/10
(5) قصص الانبیاء للکسائی، ص 244۔ نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14/10
(6) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14/10 تا 11 (7) قصص الانبیاء للکسائی، ص 245۔
نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14/11 (8) قصص الانبیاء للکسائی، ص 245 (9) پ 23، الصّٰٓفّٰت: 124 تا 126۔

مدنی مذاکرے کے سوال جواب

1 ایک سال کے بکرے کے دانت ہل رہے ہوں تو؟

سُوال: بکرا ایک سال کا ہو گیا ہے لیکن اس کے دانت ہل رہے ہیں ٹوٹے نہیں ہیں تو کیا اس کی قربانی ہو جائے گی؟

جواب: اگر یقینی معلوم ہے کہ بکرا ایک سال کا ہو گیا ہے تو دو دانت نہیں بھی نکلے تب بھی قربانی ہو جائے گی اگرچہ بکرے کے دانت ہل رہے ہیں، قربانی ہو جائے گی البتہ بہتر یہی ہے کہ قربانی کے جانور میں کوئی چھوٹا سا عیب بھی نہ ہو۔

2 مغز کھانا کیسا؟

سوال: کیا مغز کھانا جائز ہے حالانکہ اِس میں خون کی باریک رَگیں بھی موجود ہوتی ہیں؟

جواب: حلال جانور کا مغز کھانا حلال ہے، مغز میں موجود خون کی باریک رَگیں کھالینے میں حرج نہیں۔ خون کی باریک رَگیں مُرغی کی ٹانگوں، گردن اور پَروں میں، بڑے جانور کی گردن، پائے اور گوشت کی مخصوص بوٹیوں میں بھی یہ رَگیں موجود ہوتی ہیں۔ ان کو کھالینا جائز ہے۔

3 "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَہ" کی جگہ "اللهُ اکبر" کہہ دیا تو؟

سُوال: اگر کوئی شخص نماز میں رکوع سے اٹھتے ہوئے "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَہ" کی جگہ "اللهُ اکبر" کہہ دے تو کیا اس پر سجدۂ سہو لازم ہو گا؟

جواب: نہیں سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا، نماز ہو جائے گی۔

4 بعض نمازوں میں بلند اور بعض میں آہستہ آواز سے قراءت کرنے کی وجہ

سُوال: فجر مغرب و عشا کی جماعت میں بلند آواز سے قراءت ہوتی ہے، ظہر و عصر کی جماعت میں بلند آواز سے قراءت نہیں ہوتی اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب: اسلام کی ابتدا میں غیر مسلموں کا غلبہ تھا تو وہ قراٰنِ کریم سُن کر اللہ پاک، جبریلِ امین اور پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی شان میں بکواس کرتے تھے، ظہر و عصر کے وقتوں میں غیر مسلم آوارہ گھومتے تھے، مغرب میں کھانے میں مشغول ہوتے تھے، عشا میں سو جاتے تھے اور فجر میں جاگتے نہیں تھے، اس لئے ظہر و عصر میں آہستہ قراءت کا حکم ہوا۔

5 کوئی سَلام کا جواب نہ دے تو کیا کریں؟

سُوال: اگر کوئی سَلام کا جواب نہ دے تو کیا کریں؟

جواب: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف کریں (یعنی نیکی کی دعوت دیں)، اُسے سمجھائیں، سَلام کے فضائل بتائیں اور سَلام کا جواب دینے کا طریقہ سکھائیں۔

6 قبر پر اَذان دینے کا وقت

سُوال: قبر پر اَذان کس وقت دیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ جب سب چلے جائیں اُس وقت اَذان دینی چاہئے۔

جواب: کتابوں میں میّت کو دفن کرنے کے بعد اَذان دینے کا لکھا ہے۔(دیکھئے: فتاویٰ رضویہ، 5/654) ایسا کہیں پڑھنا یاد نہیں کہ سب لوگوں کے جانے کے بعد اَذان دی جائے۔

7 بغیر تصویر کے خالی فوٹو فریم بیچنا کیسا؟

سُوال: میں Gift items (یعنی تحفے میں دی جانے والی چیزیں) بیچتا ہوں، میری دُکان میں Photo frames (یعنی تصویر لگانے کے چوکھٹے) بھی ہوتے ہیں جن میں تصویر نہیں ہوتی، کیا اِس طرح کے Photo frames بیچنا جائز ہے؟

جواب: خالی Frame (یعنی چوکھٹا) بیچنے میں کوئی حَرَج نہیں ہے، اب چاہے خریدار مکّے مدینے کی تصویر لگائے یا کسی جاندار، مثلاً اپنے باپ دادا کی تصویر لگائے (ناجائز کام کا وبال خریدار پر ہو گا)۔

8 ”نادِ علی“ پڑھنا کیسا؟

سُوال: ”نادِ علی“ کیا ہے؟ نیز کیا ”نادِ علی“ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: بالکل پڑھ سکتے ہیں۔ ”نادِ علی“[1] پڑھنے کے فوائد کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”نادِ علی“ کا ذِکر فرمایا ہے۔

9 کشتیِ نُوح میں سُوار ہونے والا پہلا پرندہ

سُوال: حضرت سَیِّدُنا نُوح علیہ السّلام نے کشتی میں سب سے پہلے کون سا پرندہ رکھا تھا؟

جواب: حضرتِ سَیِّدُنا نُوح علیہ السّلام نے کشتی میں سب سے پہلے طوطے کو سُوار کیا تھا۔(تفسیر خازن، پ12، ھود، تحت الآیۃ: 40، 352/2)

10 اَمیر و غریب کو اَلگ اَلگ ریٹ بتانا کیسا؟

سُوال: کیا دُکاندار کا اَمیر اور غریب Customer (یعنی گاہک) کو چیز کا اَلگ اَلگ ریٹ بتانا صحیح ہے؟

جواب: اَلگ اَلگ ریٹ بتانے میں حرج نہیں ہے۔ البتہ دھوکا نہ دیا جائے (اور جُھوٹ نہ بولا جائے)۔

11 عورتوں کا نقشِ نعل پاک لگانا کیسا؟

سُوال: کیا عورتیں نقشِ نعل پاک سجا سکتی ہیں؟

جواب: عورتیں بھی پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت کرتی ہیں۔ اگر چاہیں تو بے شک نقشِ نعل پاک سجائیں، لیکن یہ سلسلہ گھر میں، محارِم کے سامنے یا عورتوں کے درمیان ہو تو ٹھیک ہے، کیونکہ اگر عورت نقشِ نعل پاک ظاہری لباس پر سجا کر باہر نکلے گی تو گندے ذِہن کے مَردوں کو Attraction (یعنی کشش پیدا) ہو گی جس کی وجہ سے وہ گھور گھور کر دیکھیں گے اور یوں خرابیوں اور بربادیوں کا سامان ہو گا۔

12 کیا دِماغی یا جسمانی طور پر کمزور بچّے عذابِ اِلٰہی ہوتے ہیں؟

سُوال: کیا دِماغی یا جسمانی طور پر کمزور پیدا ہونے والے بچّے والدین کے لئے اللہ پاک کی طرف سے عذاب یا آزمائش ہوتے ہیں؟

جواب: مَعاذَ اللہ! اِس کو عذاب طے کر لینا ٹھیک نہیں ہے۔ البتہ ایسے بچّے والدین کے لئے آزمائش ضرور ہوتے ہیں۔ ماں باپ ایسے بچّوں کی خدمت کریں گے اور صبر سے کام لیں گے تو اُنہیں اَجر و ثواب حاصل ہو گا۔ والدین کو چاہئے کہ اللہ پاک سے رَحمت کی دُعا کریں۔ ایسے بچّوں کو عذاب نہ کہا جائے۔

---

(1) نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِی النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّ غَمٍّ سَيَنْجَلِیْ بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِیُّ يَا عَلِیُّ يَا عَلِیُّ۔ (فتاویٰ رضویہ، 9/822)

دَارُالْاِفْتَاء اَھْلِسُنَّت
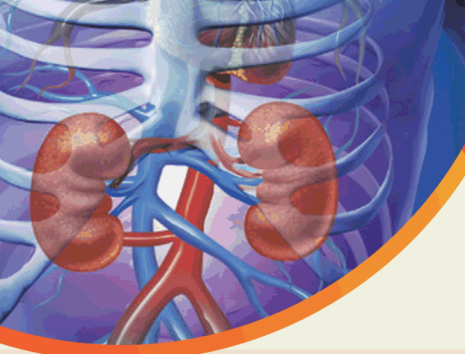
1 گردہ Donate کرنے کی وصیت کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں یہ وصیت کرجائے کہ میرے گردے عطیہ کردینا، تو اس کا یہ وصیت کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کسی نے وصیت نہ کی ہو، بغیر وصیت ہی اس مرحوم کے ورثاء اس کے مرنے کے بعد اس کے جسمانی اعضاء میں سے کوئی عضو مثلاً آنکھ یا گردے کسی کو عطیہ کردیں تو ان کا ایسا کرنا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ وصیت اسی شے کے بارے میں کی جاسکتی ہے جس کا انسان خود مالک ہو اور وہ شے قابلِ تملیک بھی ہو (یعنی کسی اور کو اس کا مالک بنایا جاسکتا ہو) اور انسانی اعضاء نہ تو مال ہیں اور نہ ہی ملکیت کا محل ہیں، لہٰذا کسی اور کو ان اعضاء کا مالک بھی نہیں بنایا جاسکتا۔ نیز انسان اپنی زندگی میں اور موت کے بعد بھی اپنے تمام اجزاء کے ساتھ قابلِ احترام ہے، لہٰذا اس کے کسی عضو کو نکال کر اسے استعمال میں لانا اور اس سے کسی بھی طرح کا نفع اٹھانا ناجائز و حرام ہے۔

لہٰذا اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں یہ وصیت کی کہ موت کے بعد اس کا گردہ یا اس کے جسمانی اعضاء میں سے کوئی عضو عطیہ کردیا جائے، تو اس کا یہ وصیت کرنا اور ورثاء کے لئے اس وصیت کو نافذ کرنا شرعاً ناجائز ہے، اگر ورثاء نے یہ وصیت نافذ کی یا بغیر وصیت کے خود ہی اس کے اعضاء کسی کو عطیہ کردیئے تو وہ سخت گنہگار ہوں گے۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 طواف کے بعد دو رکعت پڑھے بغیر دوسرا طواف کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھے بغیر دوسرا طواف کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر کسی نے ایسا کیا تو کیا اس پر دم یا کفارہ لازم ہوگا؟

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

طواف کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنا واجب ہے، اگر وقت مکروہ نہ ہو تو طواف اور ان دو رکعتوں کے درمیان موالات (یعنی دو رکعتوں کا طواف کے فوراً بعد ادا ہونا) سنت ہے، لہٰذا مکروہ اوقات کے علاوہ ایک طواف کی رکعتیں ادا کیے بغیر دوسرا طواف کرنا مکروہ اور خلافِ سنت ہے کیونکہ اس سے طواف اور دو رکعتوں کے درمیان موالات کی سنت کا ترک لازم آئے گا البتہ اس کی وجہ سے کوئی دم یا کفارہ لازم نہیں ہوگا، ہاں اگر مکروہ وقت ہو تو

بغیر دو رکعت پڑھے دوسرا طواف کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 احرام کی نیت کرلی مگر تلبیہ کہنا بھول گیا تو۔۔۔؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ کسی شخص نے ہندوستان سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے میقات سے احرام کی نیت کرلی تھی مگر اس وقت تلبیہ کہنا بھول گیا اور میقات میں داخل ہو گیا پھر داخل ہونے کے بعد مسجد عائشہ سے ہی احرام کی نیت کی اور تلبیہ کہہ کر عمرہ کرلیا تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں نیت کے ساتھ اگر اس شخص نے تلبیہ کے علاوہ کوئی اور ایسا ذکرِ الٰہی بھی نہ کیا جس میں اللہ پاک کی تعظیم ہو (مثلاً سبحٰن اللہ وغیرہ) تو اس پر دَم دینا واجب ہے کیونکہ احرام میں داخل ہونے کے لئے احرام کی نیت اور تلبیہ کہنا یا ایسا ذکر کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو (مثلاً سبحٰن اللہ و الحمدُ لِلّٰہ وغیرہ) ضروری ہے، مذکورہ صورت میں وہ شخص تلبیہ کہنا بھول گیا اور تعظیمِ الٰہی والا کوئی ذکر بھی اس نے نہیں کیا لہٰذا وہ محرِم نہ ہوا، یوں بغیر احرام میقات میں داخل ہونے کی وجہ سے اس پر حج یا عمرہ اور دَم واجب ہوا۔ اس صورت میں اس پر لازم تھا کہ عمرہ شروع کرنے سے پہلے کسی آفاقی میقات (مثلاً طائف یا مدینہ شریف کی میقات) پر جا کر دوبارہ احرام کی نیت کرتا اور ساتھ ہی تلبیہ بھی کہہ کر احرام باندھتا اور عمرہ ادا کرتا، اگر وہ ایسا کرلیتا تو دم ساقط ہو جاتا لیکن اس نے حل سے احرام کی نیت اور تلبیہ کہہ کر عمرہ ادا کرلیا تو اس صورت میں اس پر دم دینا تو لازم و متعین ہو گیا لیکن اسی سال عمرہ کرلینے سے اس پر لازم آنے والا عمرہ ادا ہو گیا اگرچہ اس نے خاص اس واجب ہونے والے عمرہ کی نیت نہ کی ہو کہ اصل مقصد اس خطہ مبارکہ کی تعظیم ہے جو کسی بھی قسم کے حج یا عمرہ سے حاصل ہو جاتی ہے، چاہے حل سے ہی احرام کیوں نہ باندھا ہو کہ آفاقی میقات سے احرام باندھنا جو واجب تھا اس کی تلافی دم دینے سے پوری ہو جائے گی۔

تنبیہ! صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی شخص اس سال کسی بھی قسم کا حج یا عمرہ ادا نہ کرے تو آئندہ سال خاص اس (میقات سے بلا احرام تجاوز کرنے کی وجہ سے لازم ہونے والے) حج یا عمرہ کی ادائیگی کی نیت سے حج یا عمرہ کرنا لازم ہو گا، اب یہ لازم آنے والا حج یا عمرہ کسی اور حج یا عمرہ کے ضمن میں ادا نہیں ہو گا کیونکہ سال گزرنے کی وجہ سے یہ عمرہ یا حج بطور قضاء اس پر لازم ہو گیا ہے اور قضاء کی ادائیگی میں نیت کی تعیین ضروری ہے، نیز اس صورت میں بھی قضا حج یا عمرہ کی ادائیگی کے لئے اگر یہ شخص حل میں ہے تو حل سے، مکہ میں ہے تو عمرہ کا احرام حل سے جبکہ حج کا احرام حرم سے باندھنا اسے کافی ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

4 نماز جمعہ میں مجمع زیادہ ہو تو سجدہ سہو کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ جمعہ و عیدین میں جبکہ مجمع زیادہ ہو تو سہو ہونے کی صورت میں سجدہ سہو ترک کرنے کا حکم ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس صورت میں اگر سجدہ سہو کرلیا، تو کیا حکم ہے؟ نماز درست ہو گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جمعہ اور عیدین میں جبکہ مجمع زیادہ ہو تو سہو ہونے کی صورت میں متاخرین فقہائے کرام کے نزدیک مختار یہ ہے کہ سجدہ سہو نہ کیا جائے لیکن اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ سجدہ سہو کرنا ہی ناجائز ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ نہ کرنا بہتر ہے، لہٰذا جمعہ یا عیدین میں مجمع زیادہ ہونے کی صورت میں سجدہ سہو کرلیا، تو اگرچہ یہ بہتر نہیں مگر اس سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہو گا، بلکہ نماز جائز و درست ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم
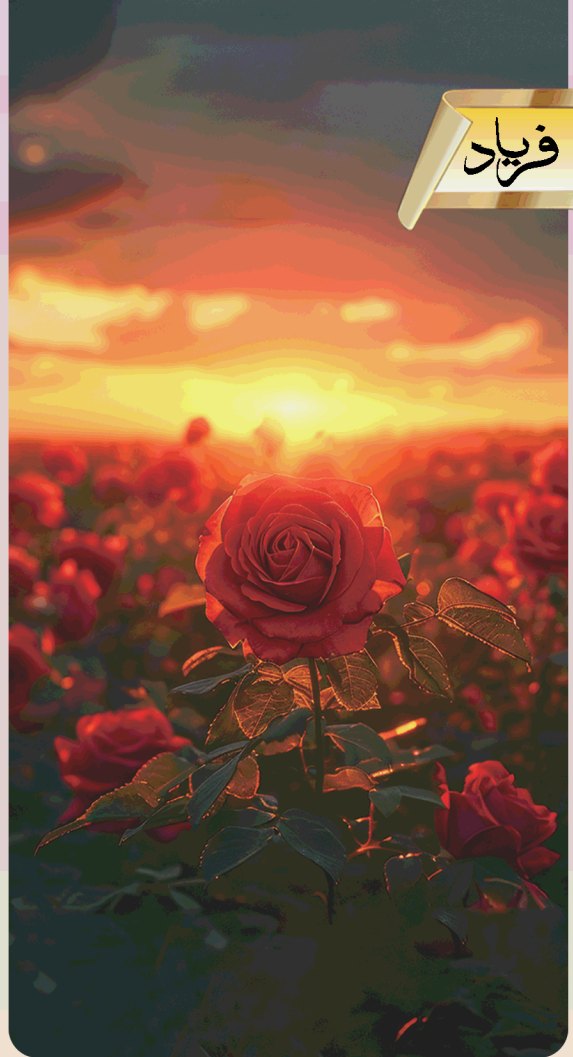
کام کی باتیں

1 کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کے ممکنہ نتائج پر لازمی نظر رکھیں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ کام جنہوں نے پہلے کیا ہو، جن کا تجربہ ہو ان سے مشاورت کرلیں۔

2 طبّی معاملے میں کبھی بھی کسی ایک رپورٹ یا رائے پر بڑا فیصلہ نہ کریں۔ مثلاً اگر کوئی ڈاکٹر آپریشن وغیرہ کا مشورہ دے اور طبّی صورتِ حال سیریس ہو تو ایک سے زائد اچھے اور ماہر ڈاکٹرز سے مشورہ کرلینا چاہئے۔

3 لوگ صرف مشورے دیتے ہیں اور آپ پر کوئی چیز مسلط نہیں کرتے، اصل فیصلہ تو خود آپ نے کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ہمیں چند مشورے جمع کرکے پھر ایک فیصلہ کرنا چاہئے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ بندہ استخارے کی طرف جائے کیونکہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بھی اپنے اصحابِ کرام کو تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔(بخاری،1/393، حدیث:1162)

4 ہماری سوسائٹی میں رشوت نے بہت بربادی پھیلائی ہے، رشوت ایک لیکیج ہے، جیسے کسی واٹر کولر میں لیکیج ہو تو آپ پانی ڈالتے رہیں گے تو وہ اس لیکیج سے نکلتا رہے گا، اسی طرح معاشرے میں رشوت لیکیج ہے، لہٰذا آپ کتنا ہی قانون ڈالتے رہیں اور قانون پر بات کرتے رہیں، وہ قانون اس لیکیج سے نکلتا رہے گا۔ لہٰذا جب تک یہ رشوت کے سوراخ بند نہیں ہوں گے تب تک مکمل طور پر قانون پر عمل نہیں ہو پائے گا۔

5 جب بھی اپنی طبیعت میں کوئی تبدیلی محسوس کریں یعنی نارمل روٹین سے ہٹ کر بھوک، تھکاوٹ، نیند کم یا زیادہ آرہی ہو، سانس پھول رہی ہو یا جسم میں درد وغیرہ کی کیفیت ہو تو اسے اِگنور نہ کریں بلکہ فوری طور پر اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔

6 عام طور پر گھروں میں جھگڑا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ سامنے والا میرے حقوق پورے کرے، میری بات مانے۔ میں بھی سامنے والے کے حقوق ادا کروں، میں بھی اس کی جائز باتوں پر توجہ دوں ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ان دو فرامین پر عمل کریں تو ہمارا یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے: (۱) جو ہمارے بڑوں کی عزت، ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے عُلما کا حق نہ پہچانے وہ میری اُمّت سے نہیں۔(مسند احمد،8/412، حدیث:22819) (۲) اے انس! بڑوں کی

تعظیم و توقیر اور چھوٹوں پر شفقت کرو، تو تم جنت میں میری رفاقت پالو گے۔ (شعب الایمان، 7/458، حدیث:10981)

احادیثِ مبارکہ میں ذکر کی گئی دو چیزوں یعنی ”چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام“ اور ان دونوں کے درست مفہوم کو اگر گھر کے لوگ اپنالیں تو گھروں کے ماحول میں کافی حد تک سُدھار کی صورت ہو سکتی ہے۔

یاد رکھئے آدمی عمر کے حساب سے نہیں بلکہ بڑے پَن سے بڑا ہوتا ہے، البتہ اگر عمر کے حساب سے بھی بات کی جائے تو عموماً گھر اور دفتر وغیرہ ہر جگہ دو طرح کے افراد ہوتے ہیں کچھ چھوٹے کچھ بڑے، اگر چھوٹے بڑوں کا احترام اور بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں تو بہت سارے مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔

7 خود کو لالچ سے بچائیں کیونکہ عموماً لالچ ہمیں بہت زیادہ نقصانات کی طرف لے کر جارہی ہوتی ہے۔ بسا اوقات لالچ ہماری عقلوں پر غالب آجاتی ہے، ہمارے درست فیصلوں پر بھی غالب آجاتی ہے اور ہم دھوکا کھاجاتے ہیں۔

8 جہیز کی ڈیمانڈ ہمارے معاشرے کا ناسُور ہے۔ لڑکے کے والدین کی طرف سے جہیز کی ڈیمانڈ گویا اپنے بیٹے کا ریٹ لگانا ہے، ایسے والدین سے میں تو یہ کہوں گا کہ بیٹے کی شادی کرنے کے لئے نکلے ہیں یا اس کا سودا کرنے؟

9 ہمارے ہاں لوگ کہتے ہیں کہ ٹینشن بہت ہے، مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہم نے ٹینشن کو کچھ زیادہ ہی اہمیت دے دی ہے، کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اگر اس کی اوقات سے زیادہ اہمیت دی جائے تو وہ سَر چڑھ جاتی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہر بات کو ”ٹینشن“ کہنے کے بجائے ”پریشر“ کہنے کی عادت پیدا کریں، یہ کہیں کہ ”کام کا پریشر ہے“، یہ نہ کہیں کہ ”کام کی ٹینشن ہے“، اگر ٹینشن کو پریشر کہہ دیں گے تو ہو سکتا ہے کہ آپ بہت ساری بیماریوں سے نکل جائیں، یہ پارٹ آف داورک (Part of the work) ہے، کام کے ساتھ جو چیزیں لگی ہوئی ہوتی ہیں وہ کام کا حصہ ہوتی ہیں، انہیں ٹینشن نہیں کہنا چاہئے، جیسے سیزن کے دنوں میں کام زیادہ ہونے کی وجہ سے کاریگروں پر کام کا پریشر ہوتا ہے، ٹینشن ٹینشن کہہ کر ہُوا یہ ہے کہ لوگ ڈپریشن کے مریض بن کر اپنا پیشن (Passion) کھو بیٹھے ہیں، پیشن گیا تو ایگریشن (Aggression) آگیا، ٹینشن سے نکلے تو ایگریشن پر رُکے، پریشر وقت کے ساتھ ساتھ ریلیز ہوجاتا ہے، ہر بات کو ٹینشن کہنے اور اس کی ٹینشن لینے کے بجائے اگر اسے کام کا حصہ کہنے کی عادت پیدا کریں گے تو آپ ایک طرح سے ریلیکس موڈ میں رہیں گے اور کام اپنی جگہ چلتا رہے گا۔

10 وہ شخص خوش نصیب ہے جس کے پاس کام کا کام ہے اور اس کے پاس فضولیات کے لئے فرصت نہیں۔

11 اگر اداسیوں اور پریشانیوں سے نکلنا چاہتے ہیں تو اپنی امیدوں اور توقعات کا جائزہ لیں اور پھر انہیں حالات کے مطابق ڈھالیں۔ نیز امیدیں فطرت کے مطابق ہوں، آؤٹ آف نیچر نہ ہوں اور نہ ہی مقاصدِ شرع کے خلاف ہوں۔

12 میری اولاد نیک نمازی اور پرہیز گار بن جائے، ایسی امیدیں رکھنا تو درست ہے لیکن اولاد ان امیدوں پر پوری اترے اس کے لئے والدین نے کیا کیا؟ اس پر والدین کو غور کرنا چاہئے۔

13 باہر بندہ جتنا ڈِسٹرب ہو گھر میں اگر اسے سکون ہے تو وہ کئی کارہائے نمایاں انجام دے سکتا ہے۔

14 شوہر بیوی سے کہتا ہے میری ماں تو میرا فلاں کام یوں کرتی تھی تم ایسی کیوں نہیں ہو!! جبکہ ماں کی عمر 50 سال اور بیوی کی 20 سال، تو دونوں میں تجربے اور عمر کے فرق کو اگنور کیا جارہا ہے۔

15 عادتیں انسان کے اچھے برے ہونے کا پتا دیتی ہیں۔

16 ہم اپنی عادتوں کا جائزہ لیں، اچھی عادتیں بڑھائیں اور بری عادتوں سے جان چھڑائیں، اِن شآءَ اللہ ہماری اچھی عادتوں کو دیکھ دیکھ کر ہمارے بچے اپنی عادتوں کو درست کریں گے۔

آنے کا انتظار یا جانے کا!

اللہ کریم نے ہمیں عقل و شعور سے نوازا ہے۔ ہمیں اسے استعمال میں لا کر اپنے دینی و دنیاوی، سماجی و معاشرتی معاملات کو اچھے انداز میں چلانا چاہیے۔ انسانی نفسیات و کیفیات کو پہچاننا چاہیے، خاص طور پر جب ہم کسی سے ملنے جائیں۔ کچھ لوگ ہمارے آنے کا انتظار کرتے ہیں، لیکن جب ہم ملنے چلے جائیں تو ایک ٹائم آتا ہے کہ وہ ہمارے جانے کا انتظار کرتے ہیں۔

وہ شخص جسے ہم ملنے پہنچے، اس نے بڑی ہی چاہت بھرے انداز اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہمیں ویلکم کیا "آیئے آیئے جناب! ارے یار! آپ کے آنے سے تو دل خوش ہو گیا، مرحبا، ویلکم۔ الغرض بڑا ہی پرتپاک استقبال کیا اور ہمارے آنے پر خوش ہوا۔

ہم بھی خوش ہوئے، خوشی خوشی ملے اور بیٹھ گئے، لیکن بیٹھے بیٹھے ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ ہمارے جانے کا انتظار کرتا ہے، کیونکہ جو آپ کا انتظار کر رہا تھا ضروری نہیں کہ وہ سارا وقت آپ ہی کے لیے نکال کر بیٹھا ہے، ممکن ہے کہ اس نے 5 یا 10 یا 20 منٹ آپ کے لیے رکھے ہوں، اب وہ منتظر ہو کہ آپ جائیں تو وہ اپنا کام کرے۔

یہ وقت کب آتا ہے اس کی شناخت ہمارے ذمے ہے، اگر وہ شخص ہم سے بات کرتے وقت توجہ نہیں کر رہا، تو اس کا مطلب ہے کہ کچھ نہ کچھ معاملہ ہے، دال میں کچھ کالا ہے، اور اگر وہ بار بار گھڑی دیکھ رہا ہے یا ادھر ادھر دیکھ رہا ہے، یا گھڑی دیکھنے کے بعد کہتا ہے کہ ہاں 2 بج گئے ہیں وغیرہ وغیرہ، اس طرح وہ اگر کوئی ریفرنس دے کہ آپ کے جانے کے بعد مجھے 2 بجے وہاں پہنچنا ہے، بس میں بھی نکلنے ہی والا ہوں ابھی تھوڑی دیر میں، آپ کس راستے سے جائیں گے؟

اور آپ کہیں کہ اب نہیں، بیٹھو جی ابھی تو محفل گرم ہوئی ہے، ابھی تو بات چیت کریں گے، تو یہ سر پہ سوار ہونے والی بات ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ سبھی ہمارے آنے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ بعض صرف جانے ہی کا انتظار کرتے ہیں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہیں ہم اطلاع دیئے بغیر ملنے پہنچیں اور زبردستی ان کے سر پہ سوار ہو جائیں۔ وہ دل میں سوچتے ہیں کہ ارے یار! یہ کہاں سے آ گئے، یہ رونگ ٹائم میں آ گئے، کیا کروں؟ اب میں کیسے بولوں ان کو کہ آپ نہ آتے ابھی وغیرہ وغیرہ۔ وہ بولیں گے تو آپ ناراض ہو جائیں گے۔

ہمارا کسی کے ہاں جانا مختلف مقاصد کے تحت ہوتا ہے اسی طرح سامنے والے کی بھی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔ کوئی طالبِ علم ہے تو ممکن ہے کہ اسے پڑھنے اور اسباق کی تیاری کرنے کی مصروفیات درپیش ہوں۔ کوئی عالم دین ہے تو ممکن ہے کہ ان کے مطالعہ اور دیگر علمی مصروفیات کا وقت ہو، کوئی ڈاکٹر ہے تو اس کے کلینک جانے یا کسی مریض کو چیک کرنے وغیرہ کی مصروفیات ہوں، یا کوئی کاروباری شخص ہے تو اس کی اہم مصروفیات ہوں۔

ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو مریض کی عیادت

کے لیے جاتے ہیں۔ بیمار کی عیادت کرنا کارِ ثواب ہے لیکن بعض اوقات عیادت کرنے والے مریض کے لئے راحت کے بجائے زحمت کا باعث بن جاتے ہیں۔ زحمت کی ان وجوہات میں سے ایک وجہ، مریض کے پاس ہی بیٹھے رہنا، بھی ہے حالانکہ مریض کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔

بہر حال عیادت کرنے میں مریض کی کیفیت کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اگر یہ محسوس ہو کہ ہماری موجودگی مریض کے لئے تکلیف کا سبب ہے تو جلد وہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔ فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: اَفْضَلُ الْعِیَادَۃِ سُرْعَۃُ الْقِیَام بہترین عیادت جلد اُٹھ جانا ہے۔[1]

یہ اس صورت میں ہے جب بیمار کو اس کے بیٹھنے سے تکلیف ہو۔[2] جبکہ اگر یہ گمان ہو کہ مریض اس شخص کے زیادہ بیٹھنے کو ترجیح دیتا ہے، مثلاً: وہ اس کا دوست یا کوئی بُزُرگ ہے یا وہ اس میں اپنی مصلحت سمجھتا ہے، اسی طرح کوئی اور فائدہ ہو تو اس وقت مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔[3]

سبق آموز حکایتیں

ایک شخص مریض کی عیادت کو گیا اور کافی دیر بیٹھا رہا تو مریض نے کہا: لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے ہمیں تکلیف ہوئی ہے، وہ آدمی کہنے لگا، میں اٹھ کر دروازہ بند کر دوں؟ مریض نے کہا: ہاں! لیکن باہر سے۔

ایک شخص کسی بیمار کے پاس بہت دیر بیٹھا پھر بولا کہ تمہیں تکلیف کیا ہے؟ بیمار نے کہا: تمہارے بیٹھنے کی۔

چند لوگ ایک مریض کے پاس آئے اور کافی دیر تک بیٹھے رہے اور کہنے لگے: ہمیں وصیت کیجئے! مریض نے کہا: میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ جب تم مریض کی عیادت کرنے جاؤ تو اس کے پاس زیادہ دیر مت بیٹھو۔[4]

حضرتِ سیّدُنا شعبی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بے وقوف لوگوں کا مریض کی عیادت کرنا اس کے گھر والوں پر اس کے مرض سے بھی زیادہ بھاری ہوتا ہے، کیونکہ وہ بے وقت آتے ہیں اور دیر تک بیٹھے رہتے ہیں۔[5]

خلاصہ یہ کہ مریض کے پاس جائیں یا تندرست کے پاس بہر صورت ایسے مواقع اور کیفیات و حالات کی شناخت ہمیں خود کرنی ہوگی کہ کسی کے پاس کتنی دیر بیٹھنا چاہیے اور کسی کے ہاں کب جانا چاہئے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہماری عزت و وقار میں کمی نہیں آئے گی، سامنے والے کی نظر میں ہماری عزّت بڑھے گی۔ اسے آزمائیے اور اپنی زندگی کو بہتر بنایئے۔

صورت اور سیرت

صورت اچھی ہو تو ضروری نہیں کہ اس کی سیرت بھی اچھی ہوگی، ہم بعض اوقات کسی کی خوب صورتی دیکھ کر بقیہ بہت ساری چیزیں اس کے لئے مان لیتے ہیں کہ یہ شخص اگر خوب صورت ہے تو بااخلاق بھی ہوگا، ایمان دار بھی ہوگا، یہ نرم مزاج بھی ہوگا، یہ وعدے کا پابند بھی ہوگا۔ یاد رکھیے! اس میں ہم ٹھوکر کھا سکتے ہیں، ہمیں غلطی لگ سکتی ہے، وہ اس طرح کہ ہمیں جب واسطہ پڑے گا تو کھال سے نہیں پڑے گا حال سے پڑے گا۔

شیخ سعدی نے یہی فرمایا کہ واسطہ چمڑی سے نہیں، شخصیت سے پڑتا ہے۔ کسی کی کھال اگر اچھی ہے تو ضروری نہیں کہ اس کا حال بھی اچھا ہو، اس لئے ہمیں اس چیز کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے محض کسی کی خوب صورتی دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور اس کے برعکس اگر کوئی خوب صورت نہیں ہے لیکن خوب صورت نہ ہوتے ہوئے بھی وہ خوب سیرت ہو سکتا ہے اس کے اخلاق ایسے اچھے ہوتے ہیں کہ رشک آئے بہر حال فیصلہ تب ہوگا، جب ہمارا اس سے واسطہ پڑے گا، جب ہمارا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوگا۔ اس لئے یاد رکھئے کہ صورت اچھی ہو تو ضروری نہیں کہ سیرت بھی اچھی ہو۔

---

(1) شعب الایمان، 6/542، حدیث: 9221 (2) مراٰۃ المناجیح، 2/433 (3) مرقاۃ المفاتیح، 4/60، تحت الحدیث: 1591 (4) مرقاۃ المفاتیح، 4/60، تحت الحدیث: 1591 (5) حلیۃ الاولیاء، 4/348، رقم: 5817۔

بریل کا موجد کون؟

ایک زمانے تک تحریر کو پڑھنا صرف آنکھ والوں کا ہی کام تھا اور نابینا افراد کے لئے کوئی ایسا طرز تحریر نہ تھا جس کی بدولت وہ تحریر کو پڑھ سکیں۔ پھر وہ وقت آیا کہ نابینا افراد کے لئے بھی ایک خاص قسم کے طرز تحریر سے پڑھنا اور لکھنا ممکن ہوا جسے بریل کا نام دیا گیا۔

بریل کی تاریخ

بریل ایک ایسے طرز تحریر کا نام ہے جو اُبھرے ہوئے 6 نقطوں (Dots) پر مشتمل ہوتا ہے اور جس کی مدد سے نابینا افراد بآسانی پڑھ اور لکھ سکتے ہیں چونکہ اس طرز تحریر کو فرانس کے ایک نابینا شخص لوئی بریل (Louis Braille) نے 1835ء کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اسی لئے اس کے نام پر اس طرز تحریر کو بریل سے موسوم کیا جاتا ہے۔

لیکن جس طرح مسلم سائنسدانوں اور مفکرین کی دیگر بہت ساری ایجادات کو یہود و نصاریٰ نے مغربی مفکرین و سائنسدانوں کے کھاتے میں ڈال دیا اور اُن کی ایجاد کا سہرا اپنوں کے سر باندھ دیا یوں ہی یہ تاثر دیا گیا کہ بریل پہلی بار 1835ء میں وجود میں آئی لیکن حقیقت میں اس کی ایجاد کا سہرا حنبلی عالم دین علامہ زین الدین آمدی رحمۃ اللہ علیہ کے سر معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مشہور مصری ادیب احمد زکی پاشا کہتے ہیں: ”سب سے پہلے جنہوں نے بریل طرز تحریر کی طرف سبقت کی وہ امام زین الدین آمدی ہیں، آپ نے سات سو سال پہلے ساتویں صدی ہجری میں اسے ایجاد کیا جبکہ بریل فرانسیسی نے انیسویں صدی عیسوی میں اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔“

(المجلد السادس من ”مجلۃ المقتبس“، بحث احمد زکی باشا)

معلوم ہوا کہ یہ طرز تحریر ایک مسلمان عالم دین کی ایجاد ہے اور موجودہ بریل اس کی ہی ترقی یافتہ شکل ہے۔ لہٰذا یہاں موجد کا کچھ تعارف پیش کیا جاتا ہے تاکہ بریل کے بارے میں جاننے والے اس کے موجد کے بارے میں بھی آگاہی حاصل کریں۔

زین الدین آمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام علی بن احمد بن یوسف بن خضر جبکہ زین الدین کنیت ہے۔ آبائی تعلق چونکہ دیار بکر کے علاقے آمد سے تھا اسی نسبت کی وجہ سے انہیں آمدی کہتے ہیں۔ عمر کا اکثر حصہ بغداد میں گزرا اور وہیں وفات پائی۔ خیر الدین زرکلی کہتے ہیں: ”یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اُبھرے ہوئے حروف کے ذریعے پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔“ یہ حنبلیوں کے بہت بڑے عالم، مُصلح اور سچے کردار کے حامل بزرگ تھے۔ چھوٹی عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ بہت ذہین اور تیز دماغ کے حامل تھے۔

خوابوں کی تعبیروں کے ماہر اور فارسی، ترکی، رومی وغیرہ کئی زبانوں کے جاننے والے تھے۔ کتب کی تجارت کو اپنا پیشہ بنایا اور کثیر کتابوں کو جمع کیا۔ آپ چونکہ نابینا تھے اس لئے جب بھی کتاب خریدتے تو ایک کاغذ لے کر اسے لپیٹ لیتے اور اس سے ایک یا چند حروف بنالیتے جن سے بحساب جمل اس کتاب کی قیمت ظاہر کرتے۔ پھر ان حروف کو آپ کتاب کے سرورق پر چپکا دیتے اس کے بعد ایک اور کاغذ حفاظت کی غرض سے ان حروف پر چپکا دیتے تھے اور اگر کتاب کی قیمت بھول جاتے تو کاغذ کے بنائے ہوئے حروف پر ہاتھ پھیرتے اور اس کتاب کی قیمت معلوم کرلیتے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے "جَوَاهِرُالتَّبْصِيْرِ فِي عِلْمِ التَّعْبِيْرِ" بھی ہے۔

(الدرر الکامنۃ،3/21،الاعلام للزرکلی،4/257)

بریل میں دعوتِ اسلامی کی کاوشیں

قراٰن وسنت کی تحریک دعوتِ اسلامی جہاں دیگر شعبہ جات میں عام مسلمانوں کی راہنمائی کررہی ہے وہیں اس شعبہ میں بھی اپنی خدمات پیش کررہی ہے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے "اسپیشل پرسنز ڈیپارٹمنٹ" کے تحت نابینا افراد کے لئے بریل (Braille) میں 7 رسائل شائع ہوچکے ہیں جن میں (1) انمول ہیرے (2) بڈھا پجاری (3) غسل کا طریقہ (4) پراسرار خزانہ (5) صبح بہاراں (6) جنات کا بادشاہ اور (7) سمندری گنبد شامل ہیں، جبکہ مزید رسائل پر بھی کام جاری ہے۔ نابینا افراد کو قراٰن پاک سکھانے کے لئے بریل رسم الخط میں مدنی قاعدہ اور قراٰن پاک کا آخری پارہ (عَمَّ) مع حاشیہ بنام کنزالعرفان مع حاشیہ افہام القراٰن بھی شائع ہوچکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بولتا رسالہ کی صورت میں مکتبۃُ المدینہ کے رسائل آڈیو (Audio) میں بھی موجود ہیں جن کو سُن کر نابینا افراد بآسانی علمِ دین حاصل کرسکتے ہیں۔

جدت پسندی یا اتباعِ سلف

موجودہ زمانے میں یہ معاملہ بکثرت زیرِ بحث آتا ہے کہ دین کی تعبیر و فہم میں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق چلا جائے یا سلف صالحین کی تحقیقات کی پیروی کی جائے۔ اس حوالے سے ہمارا جواب یہ ہے کہ دین کے اعتقادی و علمی پہلوؤں میں قرآن و حدیث کے معانی و مفاہیم کی تعیین میں حرفِ آخر سلف صالحین اور بزرگانِ دین کا فہم ہے، جبکہ اس فہم کی تسہیل و پیش کش میں جدید دور کے تقاضوں کو مدِنظر رکھا جائے۔ گویا یہاں مجموعی طور پر دو چیزیں ہیں، ایک فہمِ دین (یعنی دین کیا ہے؟ اس کو سمجھنا) اور دوسرا طریقہ تفہیمِ دین (یعنی لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا طریقہ کار)۔ فہمِ دین میں سلف کی اتباع لازم ہے اور طریقہ تفہیم میں وقت کے تقاضے پر عمل کرنا چاہیے اور یہ دونوں امور قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

فہمِ دین میں اتباعِ سلف لازم ہونے کی تائید قرآن سے:

فہمِ دین میں اتباعِ سلف کے متعلق قرآن کی رہنمائی اِن آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن پاک کی ابتداء میں ہمیں یہ دعا تعلیم فرمائی: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ(۵) صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ﴾ ترجمہ: ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے احسان کیا۔ (پ1، الفاتحہ:5،6)

اِن انعام یافتہ نفوسِ قدسیہ کی تعیین خود قرآن مجید نے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمائی: ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ﴾ ترجمۂ کنزُالعرفان: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ (پ5، النسآء:69)

ان دونوں آیات کے اجتماعی مفہوم سے یہ حقیقت اور حکم واضح ہو گیا کہ سلف صالحین کے راستے پر چلنا حکمِ قرآنی ہے۔ اسی کے ساتھ دوسری تعلیم یہ دی گئی ہے کہ امت کے اجتماعی فہم کے خلاف جو عقیدہ و علم یا حکم و عمل اختیار کیا جائے، وہ باطل اور گمراہی کا پیش خیمہ ہوگا اور مسلمانوں

کی اکثریت کے راستے سے ہٹنا گمراہی کا پہلا زینہ ہوگا، کیونکہ آدمی گمراہی کے راستے پر چلتا ہی تب ہے جب وہ بزرگانِ دین کا راستہ چھوڑتا، ان کی تحقیقات سے کنارہ کشی کرتا اور دین کا نیا مفہوم گھڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

دوسری بات یعنی تفہیم دین و طریقہ تفہیم میں جدت کے تقاضوں پر عمل کی تائید قرآن سے: ہم نے کہا کہ اعتقادی و علمی پہلوؤں میں قرآن وحدیث کے فہم میں حرفِ آخر سلف صالحین اور بزرگانِ دین کا فہم ہے، جبکہ اس فہم کی تسہیل و پیش کش میں جدید دور کے تقاضوں کو مدِنظر رکھا جائے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو۔(پ14، النحل:125) اس آیتِ مبارکہ میں حکمت و دانائی، اچھی نصیحت اور عمدہ انداز کی بحث کے معانی میں یہ بات شامل ہے کہ جس زمانے میں، جس جگہ، جن لوگوں کے سامنے جو طریقہ حکمت و دانائی کے تقاضوں کے مطابق ہے اسی کو اختیار کرکے خدا کے دین کی طرف دعوت دی جائے۔ لہٰذا سلف صالحین کے فہمِ دین کو حجت مانتے ہوئے قرآن و حدیث کی تعلیمات پہنچانے میں بہتر سے بہتر اور جدید سے جدید انداز اپنایا جائے۔

اب رہے وہ جدید اسکالرز جو سلف صالحین کی تحقیقات سے کنی کتراتے اور ناقص علم وعقل کے ساتھ اپنی ناقص فہم کو حرفِ آخر سمجھتے ہوئے ہر دوسری تیسری بات میں بزرگانِ دین کے بیان کردہ مفہوم کے برخلاف قرآن وحدیث کی تشریح کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم جو بیان کررہے ہیں، ٹھیک ٹھیک حتمی، قطعی اور صحیح بات یہی ہے، دوسرے الفاظ میں صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک لاکھوں علماء، فقہاء، ائمہ اور مجتہدین ٹھیک ٹھیک کی بجائے غلط غلط ہی دین کو سمجھتے اور بیان کرتے رہے اور اس غلط غلط ہی سے لاکھوں کتابیں بھر دیں جبکہ ٹھیک ٹھیک والے صاحبان اب زمین پر اترے ہیں اور بزرگوں کے ٹھیک کو ٹھونک بجاکر غلط قرار دے کر خود کو ٹھیک ٹھاک قرار دے رہے ہیں۔

سلف صالحین کے فہم دین کو مسترد قرار دینا کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ اہل باطل کا یہ رویہ ہمیشہ سے جاری ہے مثلاً صحابہ کرام علیہم الرضوان کا دین کی تمام بنیادی باتوں پر اتفاق تھا، لیکن اسی زمانے میں خارجی نمودار ہوئے اور امت کا شیرازہ بکھیرنا شروع کردیا، پھر امت میں تفریق کے لئے اور بہت سارے فرقے نکل آئے جیسے قدریہ، جبریہ، معتزلہ وغیرہا۔ یوں ان گمراہ لوگوں نے امت میں جو مسلّمہ اور متفق علیہ چیزیں تھیں، ان میں اختلاف کیا اور سلف صالحین کے مقابلے میں اپنا فہمِ دین پیش کیا لیکن فضلِ خداوندی سے ان لوگوں کی تعداد ہمیشہ کم رہی، جبکہ امت کی اکثریت بزرگانِ دین کے فہم کو حجت مان کر ان کی اتباع کرتی رہی کیونکہ قرآن وحدیث کی روشن تعلیمات، صریح نصوص اور امت کے اجتماعی عمل سے یہ بات ہمیشہ ثابت ہوتی رہی کہ سلف صالحین کی مخالفت گمراہی کا سبب ہوتی ہے، اس بات کی اہمیت وعظمت دلوں میں بٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر نماز میں ہمیں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ" کے الفاظ سے سلف صالحین کے راستے پر چلنے کی دعا تعلیم فرمائی۔

عافیت و نجات کا راستہ یہی ہے کہ دینی جدت پسندوں

یعنی دینِ جدید کو پسند کرنے والوں سے دور رہتے ہوئے پرانی راہ پر ہی چلتے رہیں ورنہ گمراہی کا راستہ کھل جائے گا جو ہرگز حق کا نہیں بلکہ خواہشِ نفس کا راستہ ہوگا۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو بہت واضح انداز میں بیان فرمایا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃُ والسّلام کے زمانوں میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے کہ اُن کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایسے ناخلف اور نالائق لوگ سامنے آئے جنہوں نے انبیاء علیہم الصّلوٰۃُ والسّلام کے سچے پیروکاروں کا راستہ چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی کو ترجیح دی، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ۙ﴾(۵۹) ترجمہ: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے۔(پ16، مریم:59) انبیاء علیہم الصّلوٰۃُ والسّلام کے بعد ان کی سچی پیروی کی بجائے نفسانی خواہشات کی پیروی کی صورت کیا تھی، اس کے متعلق نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خود تفصیل بیان فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو نبی بھیجا اس نبی کے لئے اس امت میں سے کچھ مددگار اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کے طریقۂ کار پر کاربند رہتے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے کام کے خلاف بات کی اور جس کا حکم دیا گیا اس کے خلاف کام کیا۔

(مسلم، ص49، حدیث:179)

سلف صالحین کے طریقے چھوڑ کر اپنی منوانے کی کوشش کرنے والے خواہشِ نفس کی کس طرح پیروی کرتے ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سہل پسند، نفس پرست لوگوں کی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ جب تک بزرگانِ دین کے کام کی تحقیر نہیں کریں گے اور لوگوں کی نظر میں اسے کمتر نہیں دِکھائیں گے، تب تک اپنی بات نہیں منوا سکیں گے، کیونکہ یہ فطری سی بات ہے کہ جو تحقیق پچھلے ہزاروں محدثین، مفسرین اور علماء نے فرمائی، اس کے مقابلے میں جب کوئی نئی نویلی تحقیق مارکیٹ میں آئے گی، تو لوگ صاف کہیں گے کہ بھائی! بزرگوں کے مقابلے میں تمہاری بات کیوں مانیں جبکہ بزرگانِ دین صاف ذہن، صاف دل، صاحبِ عمل، صاحبِ تقویٰ ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجے کے صاحبِ علم تھے اور وہ بھی ایک آدھ نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں۔ اب ایسی نفیس سوچ کے ہوتے ہوئے اپنی نئی بات منوانا اور اپنے معتقد و متبعین تیار کرنا بہت مشکل ہے، ایسی صورت میں اپنی بات رائج کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ پہلے لوگوں کی ذہن سازی کی جائے کہ پچھلوں نے جو کام کیا، وہ اگرچہ اچھا تھا لیکن جدید زمانے کے تقاضے کچھ جدا ہیں، اب دین کی جدید تشریح ہونی چاہیے۔ یوں جدید تشریح کے نام پر دین ہی جدید بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ جب یوں وسوسہ اندازی کی جائے گی تو کچھ لوگوں کے ذہن میں اسلاف کی تحقیقات پر شکوک پیدا ہو جائیں گے اور جدت پسندوں کی بات قبول کرنے کے لئے ذہن تیار ہو جائے گا۔ لہٰذا جو سلف صالحین کے دامن سے لپٹا رہا وہ نجات پا جائے گا اور جو ادھر ادھر منہ مارنے کی کوشش کرے گا وہ آوارہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کے دامن سے مضبوط وابستگی عطا فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

جہنم سے دور کروانے والی نیکیاں (قسط:01)

صدرُ الشَّریعہ بدرُ الطّریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ "جہنم" کے متعلق لکھتے ہیں: یہ ایک مکان ہے کہ اُس قہّار و جبّار کے جلال و قہر کا مَظْہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شَمّہ (قلیل مقدار) ہے اُس کی بے شمار نعمتوں سے، اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف واذیت کہ اِدراک کی جائے (یعنی جو بھی تکلیف سوچی یا سمجھی جائے وہ) ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا۔[1]

اے عاشقانِ رسول! احادیثِ مبارکہ میں کئی ایسی نیکیاں بیان کی گئی ہیں کہ جو انسان کو جہنم سے دور کروانے کا ذریعہ بنتی ہیں، آیئے ایسی نیکیوں کے متعلق 12 فرامینِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پڑھئے:

1 صرف اللہ کی عبادت کرو

صحابیِ رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہُ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتایئے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دُور کردے؟ تو رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: بے شک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں پوچھا ہے اور یہ کام اسی پر آسان ہے جس پر اللہ پاک آسان کرے۔ پھر فرمایا: تم اللہ پاک کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نَماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیتُ اللہ کا حج کرو۔[2]

2 سب سے اچھی نیکی

صحابیِ رسول حضرتِ سیّدُنا ابوذر رضی اللہُ عنہ کا بیان ہے: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! مجھے ایسا عمل سکھایئے جو مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کردے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم کوئی برا کام کرو تو پھر کوئی نیکی کرلو کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ!

”لَا اِلٰهَ اِلَّا الله“ نیکیوں میں سے ہے؟ حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نیکیوں میں سے یہ سب سے اچھی نیکی ہے۔[3]

3 جہنم سے نجات دلانے والی مختلف نیکیاں

اولادِ آدم میں سے ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، تو جب کوئی آدمی تین سو ساٹھ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ یا سُبْحٰنَ اللّٰہِ یا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتا ہے یا مسلمانوں کے راستے سے کوئی پتھر یا کانٹے دار جھاڑی یا ہڈی ہٹا دیتا ہے یا نیکی کا حکم دیتا ہے یا کسی برائی سے منع کرتا ہے تو اس دن وہ اس حال میں چلتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو جہنم سے بچا لیا ہوتا ہے۔[4]

4 سخاوت کرنا

سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، آگ سے دور ہے۔ اور کنجوس اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، آگ کے قریب ہے۔ اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے۔[5]

5 اللہ کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرنا

جس نے اللہ پاک کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللہ پاک اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دے گا اور ہر خندق مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ دور ہوگی۔[6]

6 مسلمان کو پیٹ بھر کر کھلانا پلانا

جو شخص اپنے بھائی کو روٹی کھلائے یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر جائے اور پانی پلائے یہاں تک کہ اس کی پیاس بجھ جائے تو اللہ پاک کھلانے پلانے والے کو جہنم سے سات خندقوں جتنا دور کر دے گا کہ ہر ایک خندق کا فاصلہ 500 سال کی مسافت ہے۔[7]

7 مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرنا

جو شخص کسی حاجت میں ہمدردی کرتے ہوئے اپنے بھائی کے ساتھ چلے تو اللہ کریم اس کے اور جہنّم کے درمیان سات خندقیں بنا دیتا ہے اور دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ ایسا ہوگا جیسا فاصلہ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔[8]

9 مسلمان بھائی کی عیادت کرنا

جس نے اچھا وضو کیا اور صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو ساٹھ سالوں کی مسافت کے فاصلے پر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے۔[9]

10 تا 12 راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھنا

جو بندہ اللہ پاک کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے، اللہ پاک اُس کے چہرے کو آگ سے 70 سال کی راہ دُور فرما دے گا۔[10]
ایک روایت میں ہے کہ اُس روزہ رکھنے والے اور جہنم کے درمیان اللہ پاک اتنی بڑی خندق رکاوٹ کر دے گا جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔[11] ایک روایت میں ہے کہ جہنم اس روزہ رکھنے والے سے سو برس کی راہ دُور ہوگی۔[12]
ایک روایت میں یوں ہے کہ جس نے رمضان کے علاوہ اللہ پاک کی راہ میں روزہ رکھا تو تیز گھوڑے کی رفتار سے سو برس کی مسافت پر جہنم سے دور ہوگا۔[13]

نوٹ: اللہ کی راہ سے مراد حج، عمرہ، طلبِ علمِ دین کا سفر ہے یعنی ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی روزہ رکھ لے یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے۔[14]

اللہ پاک ہمیں مذکورہ نیکیوں پر عمل کر کے خود کو جہنم سے دُور کروانے کی توفیق عطا فرمائے۔
اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) بہار شریعت، 1/163 (2) ترمذی، 4/280، حدیث: 2625 (3) کتاب الدعاء للطبرانی، ص 439، حدیث: 1498 (4) مسلم، ص 391، حدیث: 2330 (5) ترمذی، 3/387، حدیث: 1968 (6) معجم اوسط، 5/279، حدیث: 7326 (7) شعب الایمان، 3/218، حدیث: 3368 (8) موسوعۃ ابن ابی الدنیا، 4/167، حدیث: 35 (9) معجم اوسط، 6/471، حدیث: 9441 (10) مسلم، ص 448، حدیث: 2713 (11) ترمذی، 3/233، حدیث: 1629 (12) معجم اوسط، 2/268، حدیث: 3249 (13) مسند ابی یعلیٰ، 2/36، حدیث: 1484 (14) مراٰۃ المناجیح، 3/192۔

(قسط:01)

حفظِ مَراتِب کا خیال کیجیے

حفظ مراتب کسے کہتے ہیں؟

یہ سچ ہے کہ سب مسلمانوں کا احترام واکرام ہے، مسلمانوں کو اہمیت دینی چاہئے، حوصلہ افزائی اور دل جوئی سب کا حق ہے، یہ حق دینا چاہئے، لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں حفظِ مراتب کا خیال رکھنے کا بھی حکم فرمایا گیا ہے۔ ”حفظِ مراتب“ کسی انسان کے مرتبے کا لحاظ رکھنے کو کہتے ہیں۔ جس شخص کو اللہ پاک نے کسی مقام و مرتبہ یا منصب سے نوازا ہے ہمیں اس کا خیال رکھنا چاہئے جیسے کوئی عالمِ دین یا سید زادہ یا سلطان اسلام ہو تو اس کا اکرام واحترام عام افراد سے بڑھ کر کیا جائے۔

حفظِ مراتب کا خیال کیوں ضروری ہے؟

حضرت علامہ ابوسعید خادمی حنفی علیہ الرَّحمہ فرماتے ہیں: عزت و تکریم آدمی کی غذا ہے اور مخلوق میں جو اللہ پاک کی تدبیر ہے اس کا خیال نہ رکھنے والے کا معاملہ ٹھیک نہیں ہو گا۔ اللہ پاک نے اپنے بندوں کی امیری، غریبی، عزت و ذلت، بلندی و پستی کے احوال کی تدبیر فرمائی ہے تاکہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کون زیادہ اچھی طرح شکر ادا کرتا ہے، تو جب کسی شخص نے بندے کو اس مقام پر نہیں رکھا جو مقام اللہ پاک نے اس بندے کو دیا ہے اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش نہیں آیا تو اس نے بندے کی توہین کی، اس پر ظلم کیا اور تدبیرِ الٰہی میں اللہ پاک کی نہ مانی، لہٰذا جب تم نشست و برخاست میں اور کوئی چیز لینے دینے میں باعزت آدمی اور کم حیثیت آدمی کے ساتھ یکساں پیش آتے ہو، امیر و غریب کا کچھ لحاظ نہیں کرتے ہو تو تم معاملات کو سدھارنے سے زیادہ بگاڑ دو گے کیوں کہ جب تم نے مال دار کو دور جگہ دی یا اس کے تحفے کو ٹھکرا دیا تو اس کے دل میں تمہاری دشمنی بیٹھ جائے گی اور یوں ہی اگر تم عام عوام جیسا معاملہ حکمرانوں کے ساتھ رکھو گے تو خود کو اپنے ہاتھوں مصیبت وآزمائش میں ڈال دو گے۔[1]

حفظِ مراتب اور نبوی تعلیمات:

اُمّت کے لئے اخلاقی خوبیوں کو تمام و کمال تک پہنچانے والے، جہالت کے اندھیرے دور کرنے والے، گناہوں اور معاشرتی برائیوں کی پہچان بتانے والے، سلیقہ شعار زندگی اور مہذب معاشرے کی بنیاد ڈالنے والے کریم آقا، رسولِ خدا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حفظِ مراتب کی بھی خوب تعلیم دی ہے، اپنے قول و عمل سے لوگوں کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھنے کا بھرپور درس دیا ہے، یہاں چند احادیثِ مبارکہ پیش کی جاتی ہیں:

حضرت میمون بن ابو شبیب رحمۃُ اللہِ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کے ہاں ایک سائل آیا تو آپ نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا عطا فرمایا اور ایک

اچھے کپڑوں اور اچھی وضع قطع والا شخص آیا تو آپ نے اسے بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اُمُّ المومنین رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں پوچھا گیا تو بیان فرمایا کہ رسول کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی لوگوں سے ان کے مرتبہ وحیثیت کے مطابق برتاؤ کرو۔[2]

علامہ عبدالرّؤف مناوی رحمۃُ اللہِ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: مرتبے کے مطابق ہر ایک کی عزت کا خیال رکھو اور نیکوکاری، علم وشرف جیسی اچھی خصلتوں اور بری عادتوں (یعنی بداعمالی، جہالت اور گھٹیاپن) وغیرہ کے اعتبار سے لوگوں کی جو کیفیت وحالت ہو اس کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ رکھو، اس حدیث شریف میں حاکموں اور عام عوام سب کو خطاب ہے۔[3]

امام عسکری نے اس حدیث کو حکمتوں اور مثالوں میں سے شمار کیا اور فرمایا: یہ ان آداب اور اخلاقی خوبیوں میں سے ہے جو پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنی اُمّت کو سکھائے ہیں یعنی لوگوں کے حقوق پوری طرح ادا کرنا، علمائے کرام اور اولیائے کرام کی تعظیم کرنا، بوڑھوں کا اکرام کرنا، بڑوں کو عزت دینا وغیرہ۔[4]

ہر حق دار کو اُس کا حق دیا جائے:

علامہ محمد علی بن محمد علان صدیقی شافعی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث پاک میں یہ ترغیب ہے کہ لوگوں کی حیثیتوں، مراتب اور مناصب کا لحاظ رکھا جائے اور نشست وبرخاست، زبانی وتحریری گفتگو اور دیگر حقوق میں بعض کو بعض پر ترجیح دی جائے۔ حضرت امام مسلم رحمۃُ اللہِ علیہ نے ارشاد فرمایا: بلند رتبہ شخص کا مقام ومرتبہ گھٹایا نہ جائے اور کم رتبہ شخص کو اس کے مرتبے سے بڑھایا نہ جائے اور فرمان باری تعالیٰ ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (۷۶)﴾[5] ترجَمۂ کنز الایمان: یعنی اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ کے مطابق ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے۔ یاد رہے کہ یہ معاملہ بعض یا اکثر احکام میں ہے جبکہ حدود وقصاص اور ان جیسے دیگر معاملات میں شریعت نے سب کو برابر رکھا ہے۔[6]

حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف مُلّا علی قاری رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: ایک قول کے مطابق اس فرمان مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں مراد لوگوں کے مخصوص ومعلوم مقام ومراتب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا یہ قول بیان فرمایا: ﴿وَ مَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (۱۶۴)﴾[7] ترجَمۂ کنز الایمان: اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔ اور ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مقام ومرتبہ ہوتا ہے جس سے وہ کسی اور مقام ومرتبہ کی طرف تجاوز نہیں کر سکتا لہٰذا کم مرتبے والا کسی معزز کی جگہ نہیں لے سکتا اور کسی معزز کو کم درجہ کے مرتبے میں نہیں رکھ سکتے پس ہر ایک کے رتبے کا لحاظ کرو اور مالک وملازم اور سردار وماتحت میں برابری نہ برتو، ہر ایک کو اس کے فضل وشرف کے مطابق عزت دو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾[8] ترجَمۂ کنز الایمان: اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی۔" اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ﴾[9] ترجَمۂ کنز الایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔[10]

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جس شخص کی ہیئت اور کپڑے اس کے بلند مرتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں بندہ اس شخص کی عزت واکرام زیادہ کرے اور لوگوں سے ان کے مقام ومرتبہ کے مطابق پیش آئے۔ مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں تھیں، دورانِ سفر آپ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو کھانا پیش کیا گیا، اسی دوران ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا۔ آپ نے خادم سے فرمایا: "اسے کھانے میں سے ایک روٹی دے دو۔" پھر ایک شخص سواری پر آیا تو آپ نے فرمایا: "اسے کھانے کی دعوت دو۔" عرض کی گئی:

آپ نے مسکین کو ایک روٹی دی اور غنی کو کھانے کی دعوت دے رہی ہیں۔ فرمایا: ”بے شک اللہ پاک بندوں کو ان کے مرتبے پر رکھتا ہے، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ان کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کریں مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہے جبکہ ہمارے لئے یہ بات نامناسب ہے کہ ہم غنی کو اچھی وضع قطع ہوتے ہوئے ایک روٹی دیں۔“[11]

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

”سائل کی حاجت اسی قدر تھی اور کسی رئیس کو ٹکڑا دیا جائے تو باعث اس کی سُبکی اور ذلت کا ہو لہٰذا فرق مراتب ضرور ہے اور اصل مدار نیت پر ہے اگر سائل کو بوجہ اس کے فقر کے ذلیل سمجھے اور غنی کو بوجہ اس کی دنیا کے عزت دار جانے تو سخت بیجا سخت شنیع ہے اور اگر ہر ایک کے ساتھ خلق حسن منظور ہے تو جتنا جس کے حال کے مناسب ہے اس پر عمل ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم“[12]

اس پیراگراف کا خلاصہ یہ ہے کہ ”مانگنے والے کو ایک ٹکڑا ہی چاہئے تھا لیکن کسی امیر کبیر آدمی کو روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا جائے تو یہ اس کی بے عزتی اور توہین ہو گی۔ لہٰذا لوگوں کے مرتبوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اور اعمال کا اصل مدار نیت پر ہے، اگر مانگنے والے کو اس کی غربت کے سبب ذلیل و گھٹیا سمجھے اور مال دار کو اُس کی دولت کی وجہ سے عزت دار جانے تو یہ نہایت غلط اور بہت بُرا ہے۔ اگر بندہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہتا ہے تو جس آدمی کے حال کے مطابق جیسا انداز ہونا چاہئے وہ انداز اپنانا ضروری ہے۔“

خاندانی شرافت اور عادتوں کالحاظ رکھا جائے:

رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جَالِسُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ اَحْسَابِهِمْ وَخَالِطُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ اَدْيَانِهِمْ وَاَنْزِلُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ مَرُوْآتِهِمْ وَدَارُوا النَّاسَ يُغْفَرْ لَكُمْ ترجمہ: لوگوں کی ہم نشینی ان کی خاندانی شرافت کے مطابق اختیار کرو، لوگوں سے میل جول ان کے دستور کے مطابق رکھو، لوگوں سے برتاؤ ان کی خصلتوں کے مطابق رکھو اور لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آؤ تمہاری بخشش کر دی جائے گی۔[13]

لوگوں کی خاندانی شرافت، ان کے دستور، رسم و رواج اور عادتوں کا خیال رکھنا یہ شریعت کا مقصد، عقل کا تقاضا اور حکمت کی اصل ہے۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے جسے آسان لفظوں میں پیش کیا جاتا ہے:

”وہ اصول و قانون جس کا یاد رکھنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ بندہ فرائض کی ادائیگی اور حرام سے بچنے کو لوگوں کی خوشی و پسند پر مقدم رکھے اور ان کاموں میں کسی کی کبھی کوئی پرواہ نہ کرے جبکہ مستحب کام بجالانے اور جو زیادہ بہتر عمل نہ ہو اُسے چھوڑنے کے مقابلے میں لوگوں کی رعایت اور ان کے ساتھ نرم رویہ کو زیادہ اہم سمجھے اور فتنہ وفساد اور نفرت و تکلیف دینے کا سبب نہ بنے۔ یوں ہی لوگوں میں رائج ایسی رسمیں اور عادتیں جن کا حرام و گناہ ہونا شریعت سے ثابت نہ ہو اُن میں اپنی برتری کی خاطر مخالفت نہ کرے اور الگ راستہ نہ اپنائے کہ یہ سب میل جول اور محبت و دوستی کے مخالف اور حضور نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پسند و خواہش کے خلاف ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہ خوبصورت نکتہ، زبردست حکمت، سلامتی والا راستہ اور عمدہ طریقہ ہے جس سے بہت سارے خشک مزاج عبادت گزار اور بناوٹی صوفی غافل اور ناواقف ہوتے ہیں، وہ اپنے گمان میں احتیاط کرنے اور دین پر چلنے والے بنتے ہیں مگر حقیقت میں اصل حکمت اور مقصدِ شریعت سے دور ہیں۔“[14]

جاری ہے

(1) بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، 4/168 (2) ابو داؤد، 4/343، حدیث: 4842 (3) التیسیر بشرح الجامع الصغیر، 1/380 (4) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، 3/75 (5) پ13، یوسف: 76 (6) دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، 4/27 (7) پ23، الصّٰفّٰت: 164 (8) پ 25، الزخرف: 32 (9) پ28، المجادلہ: 11 (10) مرقاۃ المفاتیح، 14/282 (11) احیاء العلوم، 2/719 (12) فتاویٰ رضویہ، 24/378 (13) جامع الاحادیث، 3/284، حدیث: 8661 (14) دیکھئے: فتاویٰ رضویہ، 4/528۔

دینی مدارس کی اہمیت و ضرورت

یہ سچ ہے کہ جو فکر، اثر اور تعمیری گہرائی اسلافِ کرام کی گفتگو اور تحاریر میں ہے ہم اس کے بہت کم حصے تک پہنچ سکے ہیں۔ یہ بزرگانِ دین ہی کا فیضان ہے کہ لاکھوں کروڑوں صفحات پر تفاسیر، شروحاتِ حدیث، احکامِ فقہیہ، سیرتِ طیبہ، تاریخِ اسلام و عالَم اور زہد و اخلاقیات کی تعلیمات کا خزانہ ہمیں میسر ہے۔ اسلافِ کرام کے قلم کی مضبوطی، علم کے رسوخ، نیت کے اخلاص اور دین کے تصلب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اِن شآءَ اللہ ”فیضانِ مدینہ“ میں ایک مضمون اسلافِ کرام کی تحاریر کے اقتباسات پر مشتمل شامل کیا جارہا ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں آپ عظیم مفکر و مفسر صدرُ الافاضل مفتی سیّد نعیمُ الدّین مراد آبادی رحمۃُ اللہِ علیہ کے ایک مقالہ ”مدارسِ اسلامیہ“ کے اقتباسات پڑھیں گے:

ہر قوم کی ترقی کا دار و مدار تعلیم پر ہے۔ جب انسان کے دماغ میں عمدہ خیالات، بلند حوصلے، نفیس معلومات ہوں گی تو وہ اپنی عقل و تدبیر سے کوئی ساکام لے سکے گا۔ نو عمر مسلمانوں کی معلومات بالعموم ناولوں اور عشقی قصے کہانیوں میں منحصر ہیں اور اس کا جیسا تباہ کن اثر ہونا چاہیے، ہو رہا ہے۔

ترقی کا دور:

مسلمانوں کی ترقی کے عہد کو سامنے لائیے تو آپ کو نظر آئے گا کہ ہمارے اسلاف شب و روز تعلیم کی ترقی میں مصروف تھے۔ اور ان کی نگاہوں میں تعلیم ہر چیز سے زیادہ ضروری اور قابلِ قدر تھی۔ بے شمار درس گاہیں کھلی ہوئی تھیں۔ علما کو بیش قرار تنخواہیں دی جاتی تھیں، طلبہ کے وظیفے مقرر تھے۔ مسلمانوں کی علمی قدر دانی طلبہ میں شوقِ تحصیل پیدا کرتی تھی۔ ان کی راتیں مطالعہ میں سحر ہو جایا کرتی تھیں اور وہ اپنے اعزہ و اقارب اور وطن تک کو مدتِ تحصیل تک فراموش کر دیتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ دنیا کی نگاہوں میں ان کی عزت تھی، جہاں ان سے تہذیب سیکھنے کے لیے سَرِ نیاز جھکا تا تھا۔ وہ جس کام کے لیے قدم بڑھاتے تھے، کامیابی ان کا خیر مَقدم کرتی تھی۔ آج بھی جو قوم با اقبال ہے اور زمانہ جس کا موافق و یار ہے، وہ ترقیِ علم میں مَحو ہے اور اس نے مُمالکِ بعیدہ میں درسگاہیں جاری کی ہیں اور روز بروز ان کی ترقی اور اضافہ کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

مقصد:

جو سعی کسی مقصد کے لیے کی جاتی ہے، اس سے وہی مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ جَو بَو کر گیہوں کاٹنے کی توقع فضول ہے۔ عمارت بیشک مفید اور کار آمد چیز ہے۔ بازار کی عمارت جس مقصد کے لیے بنائی جاتی ہے وہ تو اس سے حاصل ہو سکتا ہے، لیکن وہ عمارت قلعہ کا کام نہیں دے سکتی۔ اسی طرح حفظانِ صحت کے لیے جو تعلیم دی جائے وہ انجینئری میں کام نہیں آسکتی۔ اگر آپ کو انجینئروں کی ضرورت ہے تو آپ کو اس مدعا کے لیے

ایک جداگانہ دارُالتعلیم درکار ہے۔ میڈیکل کالج اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ انجینئری کی درسگاہ وکیل اور بیرسٹر نہیں پیدا کر سکتی کیونکہ وہ اس مقصد کے لیے جاری نہیں کی گئی۔

انگریزی درسگاہیں ہمارے لیے کافی نہیں:

انگریزی درسگاہیں خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ کالج اور یونیورسٹیاں ہوں یا تحصیلی اور پرائمری، مدارس و مکاتب، مشرقی زبان کی درسگاہیں ہوں، خواہ مغربی کی وہ جس مقصد کے لیے جاری کی گئی ہیں، اس کے سوا دوسرا مقصد ان سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ مسلمانوں کو مسلمان بنانے، اسلامی زندگی کی حفاظت کرنے، اسلامی عادات وخصائل کارواج دینے، دین داری کے خوگر اور عادی بنانے کے کام میں نہیں آسکتیں۔ ان کے پڑھے ہوئے طلبہ اسلامی عقائد، اسلامی محبت و مودت، اسلامی اخوتِ واتحاد اسلامی طرزِ معاملت و معاشرت کا نمونہ نہیں ہوسکتے۔

تعلیم کا اثر:

تعلیم جادو کی طرح اثر کرتی ہے جن میں ابتدائے عمر سے یورپی تعلیم کا نشہ پیدا کیا گیا ہو اور مغربیت ان کی عادتِ ثانیہ ہو گئی ہو۔ اگر وہ اپنے مذہبی امتیازات کو مٹا ڈالیں تو کیا تعجب ہے۔ مسلمانوں کی تباہی کا یہ بہت بڑا سبب ہے کہ وہ مذہبی علوم سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے اپنے مسلمانوں کی خصوصیات کو محفوظ نہیں رکھ سکے۔ اور اپنی قومی وملی زندگی کو انھوں نے خود تباہ کرلیا۔ دنیا کی تمام ترقی یافتہ قومیں اپنے قومی خصائص کو محفوظ رکھتی ہیں اور اسی میں ان کی زندگی ہے۔

مدارس کی کمی:

مدارس اور درسگاہیں بہت کم ہیں اور چونکہ ہمارا علمی مذاق (ذوق) خراب ہو چکا ہے، اس لیے عام دماغوں میں مدارس کوئی ضروری اور کارآمد چیز بھی نہیں خیال کیے جاتے۔ اسی وجہ سے مدرسوں کی قلیل تعداد مسلمانوں کو بہت کافی بلکہ ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ قاعدے کی بات ہے جس چیز سے انسان کو رغبت نہ ہو وہ کم بھی ہو تو زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ (مقالاتِ صدرالافاضل، ص378)

پیارے اسلامی بھائیو! صدرالافاضل مفتی سیّد نعیمُ الدّین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارس کے حوالے سے جو نقشہ کھینچا ہے یہ برِّ صغیر کی تقسیم سے پہلے کا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج بھی حالات ایسے ہی ہیں۔ یہ تو اللہ کریم کا بہت فضل ہے کہ علمائے اہلِ سنّت اپنی اپنی کوشش کے ساتھ مدارسِ دینیہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ دعوتِ اسلامی پر بھی اللہ تعالیٰ کا بہت کرم ہوا کہ جس نے بے شمار مدارسِ دینیہ کا قیام کیا ہے۔ تادمِ تحریر (دسمبر2023ء) دعوتِ اسلامی کے تحت ہزار سے زائد مدارسِ دینیہ قائم ہیں جن میں لاکھ سے زائد طلبہ و طالبات علمِ دین حاصل کررہے ہیں۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ سلسلہ مزید تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔

لیکن پیارے اسلامی بھائیو! اس کے باوجود ہمیں دنیا بھر میں بہت سے دینی ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے، آیئے! آپ بھی اس مشن میں دعوتِ اسلامی کا ساتھ دیں اور صدرُ الافاضل مفتی سیّد نعیمُ الدّین مرادآبادی کے دردِ دین کا مداوا کریں۔

قراٰنِ کریم کے معنیٰ ومفہوم کو سمجھنے کے لئے آج ہی مکتبۃُ المدینہ سے ”القراٰن الکریم ترجمہ کنزُالایمان مع تفسیر خزائنُ العِرفان“ حاصل کیجئے۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رضی اللہُ عنہ نے حضرت عبدُاللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما سے کہا: آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے حضرت عثمان غنی کی تعریف یوں بیان کی: ابو عمرو (حضرت عثمان غنی) پر اللہ کی رحمت ہو، وہ مخلوق میں افضل اور تلاوت کرنے والوں میں سب سے زیادہ باہمت تھے، سحری کے وقت اٹھ کر عبادت کرنے والے اور ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے بہت زیادہ آنسو بہانے والے تھے، جو حضرت عثمان رضی اللہُ عنہ کو بُرا کہے گا اللہ جبار روزِ قیامت تک اس شخص کے پیچھے ندامت لائے گا (یعنی مسلمان قیامت تک ایسے شخص کو برا کہتے رہیں گے)۔[1]

پیارے اسلامی بھائیو! حضرت سیّدُنا ذوالنورین عثمانِ غنی رضی اللہُ عنہ کے بے شمار عمدہ اوصاف میں سے ایک اعلیٰ وصف یادِ الٰہی قائم کرکے خوب گریہ وزاری کرنا بھی ہے، لیکن یہ عمدہ وصف صرف ذکرِ الٰہی کے وقت نہ تھا بلکہ دیگر لمحات میں بھی آپ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں، اس ضمن میں کچھ واقعات ملاحظہ کیجئے:

آبدیدہ ہو کر واقعہ بیان کیا

ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے شہزادے حضرت عَمْرو بن عثمان کو ابتدائی دورِ رسالت میں پیش آنے والی مشکلات کا واقعہ سنایا: ایک بار رسول کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بیتُ اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے رحمتِ عالم نے اپنے ہاتھ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا، حجرِ اسود کے پاس تین کافر ابو جہل، عُقبہ بن ابی معیط اور اُمَیّہ بن خلف بیٹھے ہوئے تھے جب رسول کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم حجرِ اسود کے پاس سے گزرے تو ان تینوں نے حضور اقدس کی شان میں کچھ نازیبا کلمات کہے (جن کی وجہ سے نبی کریم کو تکلیف پہنچی) اس تکلیف کا اثر نبی مکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے چہرے مبارکہ پر ظاہر ہو رہا تھا، یہ دیکھ کر میں رحمتِ عالم کے قریب آ گیا اب حضور نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میرے اور حضرت ابو بکر صدیق کے درمیان میں تھے حضور اقدس نے اپنی انگلیوں کو میری انگلیوں میں داخل کر لیا اب ہم تینوں مل کر طواف کر رہے تھے دوسرا چکر لگاتے ہوئے ان کافروں کے قریب پہنچے تو ابو جہل کہنے لگا: ہم تم سے تب تک صلح نہیں کریں گے جب تک سمندر میں اتنا پانی ہو کہ اس سے اُون کا ٹکڑا بھی گیلا ہو جائے، ہمارے آباء و اجداد جن کی عبادت کرتے تھے تم ہمیں ان کی عبادت کرنے سے روکتے ہو، پھر تیسرا چکر لگا تو ان لوگوں نے اسی طرح کی بات کی، چوتھے چکر پر تینوں کافر تیزی سے کھڑے ہو گئے ابو جہل نے جھپٹا مار کر پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے گریبان مبارک کو پکڑنا چاہا تو

روشن ستارے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنسو

میں نے اس کے سینے پر (ہاتھ مار کر) اسے دھکا دیا تو وہ پیٹھ کے بل جا گرا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو دھکیلا، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے عُقبہ بن ابی معیط کو روکا پھر یہ تینوں کافر الگ ہوگئے، اللہ کی قسم! ان کافروں میں سے ہر ایک پر خوف طاری تھا اور وہ کپکپا رہے تھے، نبیِّ کریم نے وہیں کھڑے ہو کر یہ جملہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم تم لوگ ان کافروں کو نہ روکتے تو جلد ہی اللہ کا عذاب ان کو پکڑ لیتا۔ یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت عثمان غنی کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھے۔[2]

اہلِ بیت کی حالت پر آنکھیں ڈبڈبا گئیں

ایک بار رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے گھر والوں نے چار دن تک کچھ نہ کھایا یہاں تک کہ بچے بھوک سے بلبلا اٹھے، رسول کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے وضو فرمایا اور مسجد تشریف لے گئے کبھی ایک جگہ نماز ادا فرماتے تو کبھی دوسری جگہ دعا کرتے (لیکن اپنے کسی صحابی کو اس بات کی خبر نہ دی)، دن کے آخری حصے میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور داخل ہونے کی اجازت طلب کی، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اجازت دے دی، وہ اندر آئے اور پوچھا: اے اُمُّ المؤمنین! رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کہاں ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ نے سارا معاملہ بیان کر دیا جسے سن کر آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں پھر کہنے لگے: دنیا کا ناس ہو، آپ نے مجھے، عبد الرحمٰن بن عوف، ثابت بن قیس اور دیگر مالدار مسلمانوں کو اس بارے میں کیوں نہیں بتایا؟ پھر آپ باہر گئے اور بہت سارا سامان لائے جس میں آٹا، گندم، کھجوریں، (ذبح شدہ اور کھال اُتری ہوئی ایک بکری اور 300 درہم سے بھری ایک تھیلی تھی۔ پھر کہا: اس سامان سے (کھانا پکانے اور کھانے میں) دیر لگے گی، لہٰذا روٹیاں اور بہت سارا بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہنے لگے: آپ حضرات یہ تناول فرمایئے اور رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے لئے بھی رکھ دیجئے، پھر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسم دیتے ہوئے کہا: آئندہ جب بھی ایسا ہو تو مجھے ضرور خبر دیجئے گا۔[3]

آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی کی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی، کسی نے عرض کی: جنت اور دوزخ کے تذکرے پر آپ اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر پر روتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: بیشک نبی اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر صاحبِ قبر نے اس سے نجات پالی تو بعد کا معاملہ آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کا معاملہ زیادہ سخت ہے۔[4]

دامادی سے محروم ہونے پر اشکبار ہوگئے

سن 2ھ 19 رمضان کو حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تھی جس پر حضرت عثمان غنی زار و قطار روئے، حضور اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی: آپ کی دامادی سے محروم ہو گیا ہوں، ارشاد فرمایا: مجھ سے جبریل امین نے کہا ہے کہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کا تم سے نکاح کر دوں بشرطیکہ مہر وہ ہو جو رقیہ کا تھا چنانچہ حضرت اُمِّ کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیا گیا۔[5] 9ھ میں حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضرت عثمان غنی رونے لگے، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح تم سے کر دیتا۔[6]

حضرت مقداد کی وفات پر آنسو اُمڈ آئے

قدیمُ الاسلام صحابی حضرت مِقداد بن اَسْوَد کِنْدی رضی اللہ عنہ نے 72 سال کی عمر پائی سن 33ھ مدینے سے 3 میل دور مقامِ جُرُف میں آپ کا انتقال ہوا آپ کی نعش مبارکہ کو لوگوں کے کندھوں پر رکھ کر مدینے لایا گیا آپ سے داغِ مفارقت پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔[7]

اہلِ محبت رو پڑے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 35ھ 18 ذوالحجہ روزے کی حالت میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی شہادت پر امت مسلمہ غم میں ڈوب گئی اور اہلِ محبت کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو جاری ہو گئے تھے۔

(1) معجم کبیر، 10/238، حدیث: 10589 ملتقطاً (2) الوفاء لابن الجوزی، 1/151 ملتقطاً (3) تاریخ ابن عساکر، 39/53- فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم، ص51، ملخصاً (4) ترمذی، 4/138، حدیث: 2315 (5) مرقاۃ المفاتیح، 10/445، تحت الحدیث: 6080 (6) انساب الاشراف للبلاذری، 1/401، رقم: 864 (7) تاریخ ابن عساکر، 60/153، 182۔

حضرتِ مِسوَر بن مَخرمہ رضی اللہ عنہما

قارئینِ کرام! حضرت مِسوَر بن مَخْرَمہ رضی اللہ عنہما کو بھی کم سِنی میں صحابیِ رسول ہونے کا شرف ملا ہے۔ آپ صحابیِ رسول حضرت مَخْرَمہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت 2 ہجری میں مکۂ مکرمہ میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ 8 ہجری میں 6 سال کی عمر میں مدینۂ منورہ آئے اور فتحِ مکہ کے موقعے پر بھی حاضر ہوئے۔[1]

حضور نے منہ پر پانی چھڑکا آپ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا ایک یادگار واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم وُضو فرما رہے تھے اور میں پیچھے کھڑا تھا، اتنے میں ایک یہودی گزرا (گذشتہ آسمانی کتابوں میں نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے اوصاف مبارکہ لکھے ہوئے تھے اور یہود اُن اوصاف کو نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم میں تلاش کرتے تھے لہٰذا) اُس نے مجھ سے کہا کہ اپنے نبی کی پیٹھ سے کپڑا اٹھاؤ، میں نے آگے بڑھ کر کپڑا اٹھایا تو آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے میرے منہ پر پانی چھڑک دیا۔[2]

حضور نے تھال میں کھجوریں عطا فرمائیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے مجھے کھانے کے لئے ایک تھال میں کھجوریں عطا فرمائیں۔[3]

والد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضری آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت مَخْرَمہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: بیٹا! مجھے خبر ملی ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے پاس قَبائیں آئی ہیں جنہیں آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم تقسیم فرما رہے ہیں تو مجھے حُضور کے پاس لے چلو! چنانچہ ہم حُضور کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، اس وقت رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم اپنے دولت خانہ میں تھے۔ والد نے مجھ سے کہا: بیٹا! نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کو میرے لئے بُلا دو۔ مجھے یہ بات گِراں گزری اور میں نے کہا: کیا میں آپ کے لئے حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کو بلاؤں؟ میرے والد نے کہا: بیٹا! وہ جَبّار نہیں ہیں۔ تب میں نے رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کو بُلایا، آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم باہر تشریف لائے، آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے پاس ایک ریشم کی قَبا تھی جس کے بٹن سونے کے تھے، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: اے مخرمہ! یہ ہم نے تمہارے لئے رکھی ہے اور وہ قبا میرے والد کو عطا فرمادی۔[4]

روایتِ حدیث آپ رضی اللہ عنہ نے 22 احادیث روایت کی ہیں۔[5]

وصال حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے وصالِ ظاہری کے وقت آپ رضی اللہ عنہ 8 سال کے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ 62 سال عمر پاکر ربیعُ الاوّل 64ھ کو مکۂ مکرمہ میں یزیدی فوج کے حملے میں شہید ہوئے۔[6]

اللہ پاک کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

---

(1) معجم کبیر، 20/6-الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 3/455(2) مسند احمد، 6/487، حدیث: 18930(3) مستدرک للحاکم، 4/671، حدیث: 6284(4) بخاری، 4/67، حدیث: 5862(5) تھذیب الاسماء واللغات، 2/94(6) معجم کبیر، 20/6۔

مزار شہاب الدین نہرہ (شہر لاہور)

مزار خواجہ نور اللہ توگیروی (شہر بہاولنگر)

مزار علامہ مہر جان گولڑوی (شہر بہاولنگر)

مزار تاج الدین سرور شہید (شہر چشتیاں)

اپنے بُزرگوں کو یاد رکھئے

مزار سید محمود آغا کابلی (شہر لاہور)

ذُوالحجۃِ الحرام اسلامی سال کا بارھواں (12) مہینا ہے۔ اس میں جن صحابۂ کرام، اَولیائے عظام اور علمائے اسلام کا وصال یا عرس ہے، ان میں سے 94 کا مختصر ذکر "فیضانِ مدینہ" ذُوالحجۃِ الحرام 1438ھ تا 1444ھ کے شماروں میں کیا جاچکا ہے۔ مزید 11 کا تعارف ملاحظہ فرمایئے:

صحابۂ کرام علیہمُ الرِّضوان

شہدائے یوم الدار: ذوالقعدہ 35ھ کو مصر کے باغیوں نے امیرُ المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے گھر (دار) کا محاصرہ کرلیا، یہ محاصرہ تقریباً چالیس دن جاری رہا، کئی صحابۂ کرام (زیاد بن نعیم، عبداللہ بن زمعہ، عبداللہ بن ابی مرہ، عبداللہ اکبر بن وہب) شہید ہوئے، 17 یا 18 ذوالحجہ کو امیرُ المؤمنین کی مظلومانہ شہادت پر یہ محاصرہ ختم ہوا۔[1]

1 سیّدُ الانصار حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہُ عنہ بنو عبد الاشہل (اوس) کے سردار، حسن و جمال کے پیکر، باہمت و باحوصلہ، مدینہ شریف میں اولین اسلام قبول کرنے والوں سے تھے، غزوۂ بدر، احد اور خندق میں شرکت کی، غزوۂ خندق (ذوالقعدہ 5ھ) میں زخمی ہوئے اور ایک ماہ زندہ رہ کر 37 سال کی عمر میں (ذوالحجہ 5ھ کو) شہید ہوئے۔ آپ کی وفات پر عرش نے جنبش کی، آسمان کے دروازے کھل گئے اور 70 ہزار فرشتوں نے بھی نمازِ جنازہ میں شرکت فرمائی۔[2]

اولیائے کرام رحمہم اللہ السّلام

2 تاج العارفین حضرت بابا تاج الدین سرور شہید رحمۃُ اللہِ علیہ کی پیدائش 643ھ پاک پتن میں ہوئی۔ آپ نے چشتیاں شہر کی بنیاد رکھی اور اسے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ آپ کی کوششوں سے کثیر غیر مسلم مسلمان ہوئے، اسی وجہ سے غیر مسلموں نے آپ کو 4 ذوالحجہ کو شہید کردیا۔ آپ کا مزار پُرانی چشتیاں میں فیوض و برکات کا منبع ہے۔[3]

3 حضرت سیّد شاہ شہاب الدین نہرہ بخاری رحمۃُ اللہِ علیہ کی پیدائش 964ھ میں حضرت سیّد موج دریا سہروردی کے ہاں ہوئی۔ آپ اسلامی علوم و فنون میں ماہر، ولیِّ کامل، صاحبِ

کرامات اور سلسلہ سہروردیہ کے عظیم المرتبت شیخِ طریقت تھے۔ آپ کا وصال 11 ذوالحجہ 1041ھ میں ہوا۔[4]

4 عمدۃ الکاملین حضرت خواجہ نوراللہ توگیروی رحمۃُ اللہِ علیہ ولیِّ کامل، صاحبِ کرامات اور آستانہ عالیہ توگیریہ ضلع بہاولنگر کے تیسرے سجادہ نشین تھے، آپ نے 15 ذوالحجہ 1298ھ کو وصال فرمایا، آستانہ عالیہ میں تدفین ہوئی۔[5]

5 حضرت سیّد محمود آغا کابلی رحمۃُ اللہِ علیہ مرید و خلیفہ حضرت سیّد میر جان کابلی، عالمِ متبحر، ولیِّ کامل، صاحبِ کرامت اور شاعر تھے۔ آپ کا وصال 11 ذوالحجہ 1299ھ کو ہوا۔[6]

6 پیرِ طریقت حضرت سیّد محمد شاہ نقشبندی امرتسری رحمۃُ اللہِ علیہ پیر سیّد اسماعیل حسن لدھیانوی کے مرید اور صاحبِ رشد وہدایت تھے۔ وصال 9 ذوالحجہ 1339ھ کو ہوا۔[7]

7 حضرت خواجہ محمد عمر دین اصغر چشتی صابری امرتسری رحمۃُ اللہِ علیہ صوفی محمد صدیق چشتی کے مرید و خلیفہ، بانی صابری مسجد بدوملہی ضلع نارووال اور شیخِ طریقت تھے۔ آپ کا وصال 28 ذوالحجہ 1388ھ کو ہوا، مزار آرائیاں قبرستان میں ہے۔[8]

علمائے اسلام رحمہم اللہ السّلام

8 حضرت شیخ علاء الدین ابن جزری ابوالحسن علی قرشی دمشقی رحمۃُ اللہِ علیہ کی ولادت 748ھ یا 749ھ میں ہوئی اور وصال ذوالحجہ 813ھ کو دمشق شام میں ہوا، آپ شام و حجاز کے محدثین و فقہا سے مستفیض ہوئے اور ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری، آپ کے تلامذہ کثیر ہیں۔[9]

9 مجاہدِ اہلِ سنّت مولانا سیّد فیضُ الحسن تنویر شاہ رحمۃُ اللہِ علیہ کی ولادت 1345ھ کو ہوئی۔ ابتدائی علمِ دین اپنے علاقے میں حاصل کر کے دارُ العلوم حزبُ الاحناف میں داخل ہوئے اور موقوف علیہ تک یہاں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث دارُ العلوم مظہرِ اسلام بریلی سے کیا اور پیر سیّد بشیرُ الدین شاہ قادری بریلوی سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ آپ سحر بیان خطیب، مدرسہ عربیہ فیضُ العلوم فقیر والی کے بانی اور مرجعِ خلائق شخصیت تھے۔ آپ نے 17 ذوالحجہ 1405ھ کو وصال فرمایا۔[10]

10 درویشِ کامل حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی رحمۃُ اللہِ علیہ کی پیدائش 2 ذوالحجہ 1359ھ کو ہوئی اور 10 ذوالحجہ 1437ھ کو وصال ہوا۔ آپ فاضل دارُ العلوم حزبُ الاحناف صوفیِ باصفا، وسیعُ المطالعہ اور دولتِ استغنا سے مالامال تھے۔ تقریباً ساڑھے ستائیس سال جامع مسجد میں مؤذن و نائب امام رہے۔

11 باباجی حضرت مولانا حافظ مہرجان علی گولڑوی رحمۃُ اللہِ علیہ مشہور عالمِ دین علّامہ غلام مہر علی چشتیانی کے بھائی، حافظِ قراٰن، عالمِ دین، مدرس درسِ نظامی، استاذُ العلماء، اسکول عربی ٹیچر، صوفیِ باصفا اور بانیِ مدرسہ قادریہ غوثیہ منچن آباد تھے۔ آپ کی پیدائش 1378ھ اور وصال 12 ذوالحجہ 1440ھ کو ہوا۔ مزار قبرستان کبوتری میں ہے۔

---

(1) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 4/83، 195، 225، 379-2/486- البدایۃ والنہایۃ، 5/254 تا 280 (2) طبقات ابن سعد، 3/320 تا 332- معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، 2/392- الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 3/70 (3) تاج العارفین، ص 41، 48، 51، 72، 103 (4) تحقیقات چشتی، ص 227 تا 230 (5) تذکرہ مشائخ توگیرہ شریف، ص 356 تا 359 (6) تذکرہ خانوادہ حضرت ایشاں، ص 332 تا 337 (7) مدینۃ الاولیاء، ص 448، 449 (8) انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام، 3/582 تا 584 (9) الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، 5/157، رقم: 543 (10) التنویر، ص 7، 16، 19، 24، 27، 32
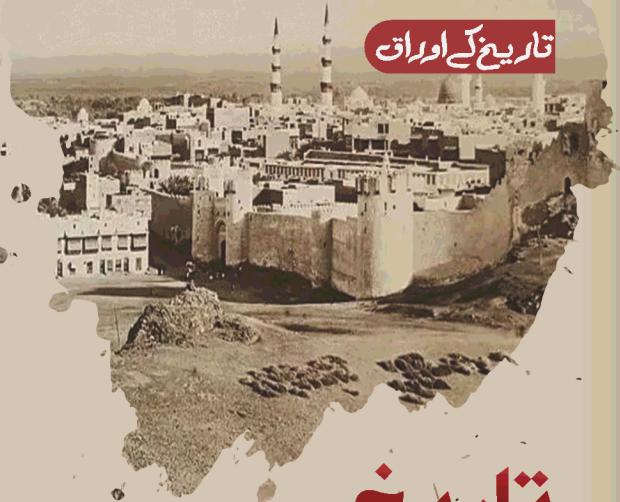
تاریخِ مدینۂ منورہ
(قسط:01)

کسی شہر کی خوبیاں اُسے دوسرے شہروں سے ممتاز و منفرد بناتی ہیں، مدینہ طیبہ کو بھی اللہ پاک نے بہت سی ایسی کثیر صفات عطا فرمائی ہیں جن کی بدولت یہ شہرِ محبت دنیا کے باقی تمام شہروں اور ساری بستیوں سے الگ شان و شوکت کا حامل بن گیا، یہاں کچھ خوبیاں ذکر کی جاتی ہیں:

1 مدینۂ منورہ کی زمین کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ساری مخلوق سے افضل ہستی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم، افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروقِ اعظم اور کثیر صحابۂ کرام و جلیل القدر تابعین عظام کی تخلیق اس شہر کی پاکیزہ مٹی سے کی گئی، اس شہر کو افضل الخلق حبیبِ خدا صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے مدفن ہونے کا اعزاز و شرف حاصل ہے۔ رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم ایک قبر کے پاس رکھے جنازے کے پاس سے گزرے تو پوچھا: یہ قبر کس کی ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی: یارسولَ اللہ! فلاں حبشی کی ہے۔ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سِيقَ مِنْ اَرْضِهٖ وَسَمَائِهٖ اِلَى تُرْبَتِهِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس شخص کو اِس کی زمین اور آسمان سے اُس مٹی کی طرف لایا گیا جس سے اس کی تخلیق کی گئی۔[1] اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: يُدْفَنُ كُلُّ اِنْسَانٍ فِي التُّرْبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا یعنی ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا ہے۔[2]

2 مدینہ طیبہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کی ہجرت گاہ اور زمین میں آپ کا مسکن ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اَلْمَدِيْنَةُ مُهَاجَرِي وَمَضْجَعِي فِي الْاَرْضِ ترجمہ: مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور زمین میں میرا ٹھکانہ ہے۔[3]

3 مدینۂ منورہ رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کی محبوب ترین جگہ ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے: لَا يُقْبَضُ النَّبِيُّ اِلَّا فِي اَحَبِّ الْاَمْكِنَةِ اِلَيْهِ ترجمہ: نبی کا وصال اُن کی محبوب ترین جگہ میں ہی ہوتا ہے۔[4]

4 روزِ محشر مدینۂ منورہ کی زمین سب سے پہلے شق ہوگی، حدیث شریف کے مطابق سب سے پہلے اولین و آخرین کے سردار نبی مکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم زمین سے باہر تشریف لائیں گے، پھر سیدنا ابو بکر صدیق، ان کے بعد سیدنا عمر فاروق، پھر اہلِ بقیع اور ان کے بعد مکۂ مکرمہ والے رضی اللہ عنہم اجمعین۔[5]

مدینۂ طیبہ کب سے آباد ہوا؟

علّامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق حضرت نوح علیہ السّلام کے طوفان کے بعد سب سے پہلے یہی بستی آباد ہوئی۔[6] اس سرزمین پر سب سے پہلے آباد ہونے والی قوم عمالقہ یا عمالیق تھی، یہ لوگ عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے، انہوں نے ہی اللہ پاک کے الہام سے عربی زبان ایجاد کی، سب سے پہلے اس زمین پر زراعت کی اور کھجور کے درخت لگائے۔[7] ان کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت یہاں آباد ہوئی،[8] یہ حضرت ہارون علیہ السّلام کی اولاد سے تھی اور بعض دیگر یہود اس کے اطراف خیبر وغیرہ میں رہنے لگے، اکثر قبائل یہود کی سکونت مدینۂ منورہ کے اطراف میں تھی۔ یہ لوگ مسجد قبا کے بالائی حصہ اور اس کے اطراف میں رہتے تھے۔[9] پھر عمرو بن عامر (ماء السماء) نامی شخص نے اپنی اولاد سمیت سبا (ملک یمن) کو چھوڑا، اس کے 13 لڑکے مختلف شہروں میں آباد ہوئے جن میں سے ثعلبہ بن عمرو نے سرزمین حجاز کو پسند کیا، یہی شخص انصاری قبائل اوس و خزرج کا

مورثِ اعلیٰ ہے، اس کی اولاد کثیر ہوئی تو انہوں نے مدینۂ منورہ کی طرف رُخ کیا اور یہاں سکونت اختیار۔[10] یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر نے ان پر ظلم و ستم بھی کئے، بعد میں ان کی سازشوں کے سبب اوس و خزرج کے درمیان ایک تاریخی جنگ بھڑک اٹھی جو 120 سال تک جاری رہی۔ اللہ پاک نے حضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور اسلام کی برکت سے اس جنگ کو ختم فرما دیا جس کا بیان سورہ اٰل عمرٰن کی آیت 103 میں ہے۔[11]

مدینہ طیبہ کے نام

کسی ذات، جگہ یا شے کے بہت سارے نام ہوں تو یہ اس کی اہمیت و فضیلت اور بلندی و عظمت کی دلیل ہوتی ہے، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ پاک کے پیارے نام، رسول پاک کے خوبصورت اور قراٰنِ کریم کے بابرکت نام بہت زیادہ ہیں۔ یوں ہی مدینۂ منورہ کے بھی بہت سارے پیارے پیارے نام اور شاندار القابات ہیں، اس عظمت والے شہر کے کم و بیش 100 نام و القاب شمار کئے گئے ہیں، روئے زمین پر ایسا کوئی شہر نہیں جس کے اتنے زیادہ نام ہوں۔ بعض یہاں بیان کئے جاتے ہیں:

1 طابہ 2 طَیْبہ 3 طیّبہ 4 طایبہ: یہ نام حضور پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو بہت پسند اور بڑے پیارے ہیں، ان کا معنی پاکیزہ، پاک اور خوشبودار ہے، رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اِنَّ اللہَ اَمَرَنِي اَنْ اُسَمِّيَ الْمَدِيْنَةَ طَيْبَةَ یعنی اللہ پاک نے مجھے حکم دیا کہ میں مدینے کا نام طیبہ رکھوں۔[12] اور ایک حدیثِ پاک یوں ہے: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی سَمَّى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ ترجمہ: بے شک اللہ پاک نے مدینے کا نام طابہ رکھا ہے۔[13] تورات شریف میں بھی مدینے شریف کے یہ نام مذکور ہیں۔[14] **5 ارضُ اللہ 6 ارضُ الھجرۃ:** ان ناموں کا ذکر قراٰن پاک کی سورۃ النسآء کی آیت نمبر 97 میں ہے۔ **7 ایمان:** سورۃ الحشر کی آیت نمبر 9 میں اسے ایمان کہا گیا ہے اور یہ پاکیزہ شہر ایمان کے احکام کو ظاہر کرنے والا ہے نیز سرچشمہ ایمان ہے۔[15] **8 بیت رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم:** یہ نام حضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پیاری نسبت کے سبب ہے۔ **9 حبیبہ و محبوبہ:** یہ بھی پیارا نام ہے، رسول پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ ترجمہ: اے اللہ پاک! ہمیں مدینہ ایسا محبوب بنا دے جیسا ہمیں مکہ محبوب ہے یا اس سے بھی زیادہ۔[16] **10 حرم رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم:** اس نام کا حدیثوں میں تذکرہ آیا ہے۔ ارشاد فرمایا: اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ ترجمہ: مدینہ حرم ہے (یعنی عزت واحترام والا شہر ہے)۔[17] **11 حسنہ:** کیونکہ اس شہر میں باطنی اور ظاہری خوبصورتی کمال درجہ پائی جاتی ہے، باطنی یہ کہ یہاں حضور رحمتِ عالم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم، آل بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام کا وجود ہے اور ظاہری یہ کہ یہاں باغات، چشمے، کنوئیں، بلند و بالا پہاڑ، کشادہ فضائیں اور عمارتوں کے قبے اور مزارات شریفہ ہیں۔[18] **12 خیر و خیرہ:** یہ شہر دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا جامع ہے اور حدیث شریف میں فرمایا گیا: اَلْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ یعنی مدینہ ان کے لئے خیر و بہتر ہے اگر وہ جانتے۔[19] ان کے علاوہ بھی مدینہ شریف کے بہت سارے نام ہیں، جیسے اکالۃ القریٰ، البارہ، البحرہ، البلاط، الجابرہ، دارُ الابرار، دارُ السنۃ، دارُ السلام، ذاتُ الحجر، ذاتُ النخل، سیدُ البلدان، الشافیہ، طائب، المطیبہ، ظِباب، العاصمہ، العذراء، الغراء، غلبہ، الفاضحہ، القاصمہ، قبۃُ الاسلام، قریۃُ الانصار، قلبُ الایمان، المؤمنہ، المبارکہ، مبینُ الحلال والحرام، المحرمہ، المحفوظہ، المدینہ، المختارہ، المرزوقہ، المقدسہ، الناجیہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر نام کا کوئی نہ کوئی پیارا و خوب صورت معنی و مطلب ہے، تفصیل کے لئے شیخِ محقق، امامُ المحدثین شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "جذبُ القلوب" اور اہلِ سنّت کے عظیم مصنف فیضِ ملت مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمہ کردہ کتاب "محبوبِ مدینہ" کا مطالعہ کیجئے۔

(بقیہ اگلے ماہ کے شمارے میں)

---

(1) مستدرک، 1/696، حدیث: 1396 (2) مصنف عبد الرزاق، 3/515، حدیث: 6531 (3) معجم کبیر، 20/205، حدیث: 470 (4) مسند ابی یعلیٰ، 1/39، حدیث: 41 (5) ترمذی، 5/388، حدیث: 3712 (6) مدینۃ الرسول، ص52 (7) وفاء الوفاء، 1/156، 157- مدینۃ الرسول، ص52- جذب القلوب مترجم، ص63 (8) وفاء الوفاء، 1/157- محبوب مدینہ، ص553 (9) خلاصۃ الوفاء، 1/523- جذب القلوب مترجم، صفحہ 66، 67 (10) وفاء الوفاء، 1/172- جذب القلوب مترجم، ص69، 70 (11) خلاصۃ الوفاء، 1/576، 580- جذب القلوب مترجم، ص71 (12) معجم کبیر، 2/236، حدیث: 1987 (13) مسلم، ص550، حدیث: 3357 (14) جذب القلوب مترجم، ص6 (15) جذب القلوب مترجم، ص8 (16) بخاری، 1/621، حدیث: 1890 (17) بخاری، 1/616، حدیث: 1870 (18) جذب القلوب مترجم، ص9 (19) بخاری، 1/618، حدیث: 1875۔

حضرت ایوب علیہ السّلام کی قراٰنی صفات

شہاب الدین عطّاری
(درجۂ ثالثہ جامعۃُ المدینہ)

رب تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو ان کے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے اور یہ آزمائش ناراضی نہیں بلکہ اللہ پاک کی بارگاہ میں عزت و قرب اور بلندیِ درجات کی دلیل ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کے سب سے محبوب و مقربین بندے چونکہ انبیائے کرام علیہمُ السّلام ہوتے ہیں اس لئے ان پر آزمائش بھی سب سے زیادہ آتی ہے۔ پھر توفیقِ الٰہی سے حضراتِ انبیائے کرام علیہمُ السّلام کا ان آزمائشوں پر صبر و رضا کا دامن تھامنا تمام بنی نوع انسان کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ ان مبارک ہستیوں کی زندگیاں ہوتی ہی کامل اُسوۂ حسنہ ہیں۔ قراٰنِ مجید میں جن کی آزمائش کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک حضرت ایوب علیہ السّلام بھی ہیں۔

آپ کا نامِ مبارک ”ایوب“ ہے اور آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی آل پاک سے ہیں۔ آپ کو اللہ پاک نے تمام انواع واقسام کے کثیر اموال سے جن میں باندی، غلام، مویشی دیگر جانور اور وسیع و عریض زمین کے علاوہ کئی بیویاں اور کثیر اولاد سے نوازا تھا۔ (دیکھئے: سیرت الانبیاء، ص477)

آپ کا ذکرِ خیر قراٰنِ مجید میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے، آپ کو اللہ پاک نے بے شمار نعمتوں، احسانات اور اوصافِ حمیدہ سے نوازا ہے۔ آیئے قراٰنِ مجید فرقانِ حمید کی روشنی میں آپ کی قراٰنی صفات کے بارے میں جانتے ہیں:

(1) مصائب و آلام پر بے حد صبر کرنے والے: ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ﴾ ترجَمۂ کنزُ الایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا۔ (پ23، صٓ:44)

آپ علیہ السّلام کی آزمائش جس قدر شدید ہوتی گئی، صبر و استقامت میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔ مفتی قاسم صاحب لکھتے ہیں: جب آپ کے تمام اموال ختم ہوگئے، مویشی وچوپائے سب مرگئے، آپ بھی شدید مرض میں مبتلا کئے گئے، سب ختم ہو جانے کے بعد بھی آپ کا مقدس طرزِ عمل یہ تھا کہ جب کوئی آپ کو ان چیزوں کے ہلاک ہونے کی خبر دیتا تو آپ اللہ پاک کی حمد بجالاتے اور فرماتے تھے: میرا کیا ہے! جس کا تھا اس نے لے لیا، جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا، اس کا شکر ادا ہو ہی نہیں سکتا اور میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ (دیکھئے: سیرت الانبیاء، ص479، 480)

(2) بہت ہی اچھے بندے: ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ﴾ ترجَمۂ کنزُ الایمان: کیا اچھا بندہ۔ (پ23، صٓ:44) سیرت الانبیاء میں ہے کہ آپ مسکینوں پر رحم کرتے، یتیموں کی کفالت فرماتے، بیواؤں کی امداد کرتے مہمانوں کے ساتھ عزت و تکریم اور

خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔(سیرت الانبیاء، ص478)

3 **بہت رجوع لانے والے:** ﴿اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ترجمۂ کنزُ الایمان: بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔(پ23، ص:44)

اللہ اکبر! آپ کے مبارک اوصاف میں اللہ پاک نے واضح فرمایا کہ ہم نے اسے صابر پایا۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السّلام کتنے عرصہ تک مصیبت میں مبتلا رہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا! جب اس سے نجات ملی عرض کیا: الٰہی! میں نے کیسا صبر کیا؟ ارشاد ہوا: اور توفیق کس گھر سے لایا؟ حضرت ایوب علیہ الصّلوۃ والسّلام نے عرض کیا: بے شک اگر تو توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا؟(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص460)

معلوم ہوا کہ اللہ پاک کی توفیق سے ہی سارے کام بنتے ہیں۔ ہمیں بھی چاہئے کہ آزمائش آجانے پر رب تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کریں، اس کی حمد بجالائیں، ناشکری کے الفاظ نہ لائیں بلکہ شکر ادا کریں کہ ضرور اس میں ہمارے لئے بہتری کا سامان ہو گا۔ ہمارے واویلا اور شور کرنے سے آزمائش ختم نہیں ہو گی بلکہ بارگاہِ الٰہی میں رجوع کرنے سے کام بنے گا۔ بس اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ان مبارک ہستیوں کی سیرت کے مطالعہ سے بھی صبر کا درس ملتا ہے، انسان قدرتی طور پر طاقت محسوس کرتا ہے۔ اس لئے ان کی سیرت کو خوب پڑھنا چاہئے۔ انبیائے کرام کی سیرت کے متعلق مزید جاننے کیلئے مکتبۃ المدینہ کی کتاب ”سیرت الانبیاء“ کا مطالعہ کیجئے۔

اللہ پاک ان اچھے اوصاف پر ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

غصے کی مذمت احادیث کی روشنی میں

حافظ عامر عباس
(درجۂ رابعہ جامعۃُ المدینہ فیضانِ مدینہ)

غضب یعنی غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو دوسرے سے بدلہ لینے یا اسے دفع کرنے پر ابھارے۔(مراٰۃ المناجیح، 6/655)

غصہ اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی، اللہ کے لئے غصہ اچھا ہے، جیسے کسی واعظ عالم کو فساق و فجار پر یا ماں باپ کو نافرمان اولاد پر آئے۔ اور غصہ بُرا بھی ہوتا ہے جیسے وہ غصہ جو نفسانیت کے لئے کسی پر آئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جو غضب کا لفظ آتا ہے وہاں غضب کے معنی ہوتے ہیں ناراضی و قہر کیونکہ وہ نفس و نفسانیت سے پاک ہے۔

(دیکھئے: مراٰۃ المناجیح، 6/655)

غصے کی مذمت پر مشتمل 5 فرامینِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم:

1 غصہ ایمان کو ایسا برباد کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔(شعب الایمان 6/311، حدیث:8294)

2 بہادر وہ نہیں جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔(بخاری، 4/130، حدیث:6114)

کیونکہ یہ جسمانی پہلوانی فانی ہے، اس کا اعتبار نہیں دو دن کے بخار میں پہلوانی ختم ہو جاتی ہے۔ غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے اس کا مقابلہ کرنا اسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے نیز نفس قوتِ روحانی سے مغلوب ہوتا ہے اور آدمی قوتِ جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے۔ قوتِ روحانی قوتِ جسمانی سے اعلیٰ و افضل ہے۔ لہٰذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔(مراٰۃ المناجیح، 6/655)

3 ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! مجھے وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا: غصہ مت کرو۔ اس نے بار بار یہی سوال کیا۔ جواب یہی ملا: غصہ مت کرو۔(بخاری، 4/131، حدیث:6116)

4 حاکم دو شخصوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔(مراٰۃ المناجیح، 5/376)

5 نبیِّ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: بے شک! جہنم

میں ایک ایسا دروازہ ہے جس سے وہی داخل ہوگا جس کا غصہ اللہ پاک کی نافرمانی پر ہی ٹھنڈا ہوتا ہے۔

(کنز العمال، 2/208، حدیث 7696)

غصہ کی عادت نکالنے کیلئے وظائف: 1 ہر نماز کے بعد بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم 21 بار پڑھ کر اپنے اوپر دَم کرلے۔ کھانا کھاتے وقت تین تین بار پڑھ کر کھانے اور پانی پر بھی دَم کرلے 2 چلتے پھرتے کبھی کبھی یَااَللہُ یَارَحۡمٰنُ یَارَحِیۡمُ کہہ لیا کرے 3 چلتے پھرتے یَااَرۡحَمَ الرَّاحِمِین پڑھتا رہے 4 پارہ 4 اٰلِ عمرٰن کی آیت نمبر 134 کا یہ حصہ ﴿وَ الۡكٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴾ روزانہ سات بار پڑھتا رہے۔

غصہ دور کرنے کے 10 علاج: 1 اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم پڑھئے 2 وَلَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھئے 3 چپ ہو جائیے 4 وضو کرلیجئے 5 ناک میں پانی چڑھائیے 6 کھڑے ہیں تو بیٹھ جائیے 7 بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیے اور زمین سے چپٹ جائیے 8 اپنے خد (یعنی گال) کو زمین سے ملا دیجئے (وضو ہو تو سجدہ کرلیجئے) تاکہ احساس ہو کہ میں خاک سے بنا ہوں لہٰذا بندے پر غصہ کرنا مجھے زیب نہیں دیتا 9 جس پر غصہ آرہا ہے اُس کے سامنے سے ہٹ جائیے 10 سوچئے کہ اگر میں غصہ کروں گا تو دوسرا بھی غصہ کرے گا اور بدلہ لے گا اور مجھے دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ (باطنی بیماریوں کی معلومات، ص 269)

اللہ پاک ہمیں برا غصہ کرنے سے محفوظ فرمائے اور ہمیں ہر کام میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

حرمِ مکہ کے 5 حقوق

ارسلان حسن

(درجۂ ثالثہ جامعۃُ المدینہ فیضانِ فاروقِ اعظم)

1 **حرمِ مکہ کی حدود اور اس کی تعظیم:** مکہ معظمہ کے اِردگرد کئی کوس تک حرم کا جنگل ہے، ہر طرف اُس کی حدیں بنی ہوئی ہیں، ان حدوں کے اندر تر گھاس اُکھیڑنا، وہاں کے وحشی جانور کو تکلیف دینا حرام ہے۔ (دیکھئے: بہار شریعت، 2/1085)

2 **حرمِ مکہ میں ہتھیار اٹھانا:** رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو یہ حلال نہیں کہ مکۂ معظمہ میں ہتھیار اٹھائے پھرے۔ (مراٰۃ المناجیح، 4/202)

3 **حرمِ مکہ کی تعظیم کرنا:** نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے لوگ (تب تک) ہمیشہ بھلائی پر ہوں گے جب تک وہ مکہ کی تعظیم کا حق ادا کرتے رہیں گے اور جب وہ اس حق کو ضائع کردیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

(ابن ماجہ، 3/519، حدیث: 3110)

4 **حرمِ مکہ کی عزت و حرمت کی حفاظت:** ﴿وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ؕ﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اُس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔ (پ17، الحج: 30)

اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ان سے وہ مقامات مراد ہیں جہاں حج کے مناسک ادا کئے جاتے ہیں جیسے بیتِ حرام، مَشۡعَرِ حرام، بلدِ حرام اور مسجدِ حرام وغیرہ اور ان کی تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق اور ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کی جائے۔

(دیکھئے: صراط الجنان، 6/434)

5 **درخت کاٹنا:** حرمِ مکہ میں درخت کاٹنا ممنوع ہے۔ چنانچہ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ (مراٰۃ المناجیح، 4/201)

اللہ پاک ہمیں اس مقدس سرزمین کی بار بار حاضری نصیب فرمائے اور اس مبارک مقام کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

آؤ بچّو! حدیثِ رسول سنتے ہیں

جنتی جانور

اللہ پاک کے پیارے اور آخری نبی حضرت محمد صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: اَکْرِمُوا الْمَعزَی وَامْسَحُوا رَغَامَهَا عَنْهَا فَاِنَّهَا مِن دَوَابِّ الْجَنَّةِ یعنی بکری کی عزت کرو اس سے مٹی کو جھاڑو کیونکہ یہ جنتی جانور ہے۔ (مجمع الزوائد، 4/113، حدیث:6253)

یہاں بکری سے مراد بکری کی پوری جنس (یعنی بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) ہے۔ بکری کو جنتی جانور کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنت سے زمین پر آئی ہے یا بعدِ قیامت جنت میں جائے گی۔

(التیسیر بشرح جامع الصغیر، 1/203)

پیارے بچو! بکریاں پالنا بہت سارے انبیائے کرام کی سنّت بھی ہے۔ بکری بہت ہی پیارا جانور ہے۔ اللہ کریم نے اس میں ہمارے لئے بہت سے فائدے رکھے ہیں۔ اس کا دودھ بہت مفید ہے، اس کے گوشت کے بھی بڑے فائدے ہیں۔ بکری کا دودھ پینا اور اس کا گوشت کھانا دونوں ہی رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم کی سنّت ہے۔

عیدِ قربان پر کچھ بچے قربانی کے بکروں، بھیڑوں اور دیگر جانوروں کو گھماتے پھراتے ہیں تو انہیں حد سے زیادہ بھگاتے ہیں اور بعض دفعہ بڑی تکلیف دیتے ہیں۔

پیارے بچو! ان جانوروں کو اللہ پاک کی راہ میں قربان کرنا ہوتا ہے، انہیں کبھی تکلیف نہ دیں۔ اللہ پاک ہمیں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

حروف ملائیے!

اسلامی سال کا آخری مہینا "ذُوالْحِجَّةِ الْحَرام" ہے۔ احادیث میں اس مہینے کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اسلام کا پانچواں رُکن "حج" اسی مہینے میں ادا کیا جاتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اللہ پاک کو اس ماہ کے پہلے دس دن میں کی جانے والی عبادت دوسرے دنوں میں کی جانے والی عبادت سے زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی، 2/191، حدیث:758)

اسی ماہ میں "یومِ عرفہ" (9 ذوالحجہ) جیسا بابرکت دن ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اللہ پاک یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن جہنمیوں کو آزاد نہیں کرتا۔ (مسلم، ص540، حدیث:3288)

پیارے بچّو! آپ نے اوپر سے نیچے، دائیں سے بائیں حروف ملا کر اس مہینے کی مناسبت سے پانچ الفاظ تلاش کرنے ہیں جیسے ٹیبل میں لفظ "حاجی" تلاش کر کے بتایا گیا ہے۔ تلاش کئے جانے والے 5 الفاظ یہ ہیں: (1) حج (2) عرفہ (3) مزدلفہ (4) مِنیٰ (5) قُربانی۔

ق	ف	ر	ع	ن	ی	ز	و	ر
ع	ف	ہ	ف	ل	د	ز	م	ل
ر	ز	د	ی	ق	ا	ع	ب	ع
ف	ح	ی	ب	ر	ت	ک	ر	ب
ہ	چ	ن	ا	ب	ی	ب	ر	ق
ر	ل	ی	ج	ا	ح	غ	م	ش
ح	د	ی	ی	ن	م	ل	ح	ف
م	ا	ہ	ف	ی	ا	ع	ق	ح
ر	ک	ذ	م	ز	م	ث	ع	ج

آواز کی بلندی

پیارے بچو! سب سے آخری نبی محمد عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے معجزات پڑھ سُن کر ہمیں صرف ایمانی قوت اور لطف و راحت ہی نصیب نہیں ہوتی بلکہ ان کے علاوہ معجزات کے ضمن میں دین کی پیاری پیاری باتیں بھی سیکھنے کو ملتی ہیں، آیئے آج نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مبارک آواز کے بارے میں معجزہ سنتے ہیں: حضرت براء رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حتی کہ آپ نے گھروں میں موجود پردہ نشین خواتین کو بھی اپنی آواز سُنادی، آپ فرمارہے تھے کہ اے وہ لوگو جو زبان سے تو ایمان قبول کرچکے مگر دل میں خلوصِ ایمانی (کامل) نہیں، مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو، ان کی پوشیدہ خامیوں کے پیچھے مت پڑا کرو، جو اپنے بھائی کی چھپی ہوئی خامی کی ٹوہ میں پڑے گا اللہ پاک اس کے چُھپے حال کو ظاہر فرمادے گا اور جس کی چھپی حالت اللہ پاک ظاہر فرمائے گا اسے اس کے گھر کے اندر بھی رُسوا فرمادے گا۔(دیکھئے: دلائل النبوۃ لابی نعیم، 2/262)

پیارے بچو! یہ ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا معجزہ تھا کہ جب آپ چاہتے تو اتنی دور تک بھی اپنی آواز پہنچا دیا کرتے جہاں تک کسی ذریعے یا ٹیکنالوجی کے بغیر انسانی آواز نہیں پہنچ سکتی جیسا کہ ایک بار جمعے کے دن منبر پر ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔ تو حضرت عبدُ اللہ بن رواحہ رضی اللہُ عنہ نے آپ کی مبارک آواز اپنے محلہ بنی غنم میں سُن لی اور حکم کی تعمیل میں اسی وقت بیٹھ گئے۔(دیکھئے: دلائل النبوۃ لابی نعیم، 2/263)

یہاں چند باتیں ہمیں سیکھنے کو ملتی ہیں:

- اللہ پاک نے اپنے محبوب بندوں کو زبردست اختیارات عطا فرمائے ہیں۔
- اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرنا اور اس کی خامیوں کی کھوج میں رہنا اچھی بات نہیں، غیبت کرنا بھی حرام ہے اور مسلمان کی عزت اچھالنا بھی حرام ہے۔
- نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ مسلمانوں کی دینی تربیت کی کوشش جاری رکھنی چاہئے۔
- اصلاح کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جس کی اصلاح کرنی ہو اس کو سب کے سامنے مخاطب کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر یوں اصلاح کردی جائے کہ دوسروں پر اس کی شخصیت ظاہر نہ ہو۔
- کسی کام کے کرنے کا ذہن بنانے کے لئے اس کے فائدے اور کسی کام سے روکنے کے لئے اس کے نقصانات سامنے والے کو بتانا بہت مفید ہوتا ہے۔

بیت بازی کا مقابلہ

بھائی یہ دیکھیں مجھے نعتوں والی کتاب ملی، واصف نے ہاتھ میں پکڑی ایک کتاب کاشف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو کاشف نے انتہائی احتیاط سے کتاب تھام لی اور اسٹول سے نیچے اُتر آئے دراصل اسکول سے چھٹی ہونے کی وجہ سے داداجان نے دونوں بھائیوں کی ڈیوٹی اپنی کتابوں والی الماری کی صفائی پر لگادی تھی تبھی واصف کو یہ کتاب نظر آئی۔ کتاب کافی پرانی لگ رہی تھی، سَرِورق Title page پر بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا"ذوقِ نعت"، کتاب کھولی تو سَرِورق کی اندرونی طرف نیلی روشنائی blue ink سے لکھا ہوا تھا"بیت بازی میں اول آنے پر انعام بدست پرنسپل صاحب" تحریر پرانی ہونے کی وجہ سے تھوڑی دھندلی ہو رہی تھی، دونوں بھائیوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا لیکن کسی کو بھی کچھ سمجھ نہ آیا تو واصف نے کہا: چلیں بھائی داداجان سے پوچھتے ہیں۔

داداجان یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ داداجان باہر لان میں بیٹھے کسی کتاب کی ہی ورق گردانی کررہے تھے دونوں بھائی پاس پہنچے تو کاشف نے کتاب کھول کر تحریر ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا جسے دیکھ کر داداجان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جیسے اس کتاب سے وابستہ کوئی پیاری یاد ان کے ذہن میں جگ مگ کرنے لگی ہو پھر کہا: میں جب ہائی اسکول میں تھا اور ہمارے اسکول میں سالانہ کھیلوں کا مقابلہ ہوا تو ان میں سے"نعتیہ بیت بازی"میں اپنے ابوجان کے کہنے پر میں نے بھی حصہ لے لیا پھر خود ہی انہوں نے اس کی تیاری بھی کروائی اور ایسی تیاری کروائی کہ مقابلے میں اول انعام مجھے ہی ملا۔

زبردست، دونوں بھائیوں نے ایک ساتھ کہا، لیکن داداجان یہ بیت بازی کیا ہوتی ہے؟ واصف نے پوچھا۔

بیٹا یہ شعروں کا مقابلہ ہوتا ہے یوں کہ ایک کھلاڑی کوئی شعر پڑھتا ہے، پھر سامنے والے کھلاڑی کو شعر پڑھنا ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہوتی ہے کہ پہلا شعر جس حرفِ تہجی پر ختم ہوا ہو اگلے والے نے ایسا شعر پڑھنا ہے جو اسی حرفِ تہجی سے شروع ہوتا ہو، جیسے کاشف بیٹا آپ کوئی شعر پڑھیں، کاشف نے پڑھنا شروع کیا:

واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

داداجان: بس بیٹا، تو شعر کا آخری حرف ہے"الف"یعنی اب مُقابِل کھلاڑی کو ایسا شعر پڑھنا ہے جو الف سے شروع ہوتا ہو جیسے:

اے شافعِ اُمَم شہِ ذی جاہ لے خبر

یہ تو بہت مزے دار کھیل لگ رہا ہے داداجان، جب میں بھی ہائی اسکول پہنچوں گا تو اس کھیل میں حصہ لے کر پہلی پوزیشن حاصل کروں گا، کاشف نے کہا۔

ہنہ، پہلی پوزیشن حاصل کروں گا، واصف نے منہ بگاڑ کر کاشف کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

اوں ہوں، داداجان نے واصف کو ٹوکا، واصف بیٹا! یوں کسی کی نقل اتارنا بُری بات ہے ایک تو ایسے مسلمان بھائی کا دل دُکھتا ہے اور دوسرا اس کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے اور ہمارے پیارے اسلام نے ہمیں ان دونوں ہی کاموں سے منع کیا ہے۔

سوری داداجان، واصف نے اپنے رویے کی معذرت کی اور دونوں بھائی بغل گیر ہوگئے۔

اللہ کریم کی پیدا کی ہوئی چیزیں الگ الگ ٹائپ کی ہیں، اِن میں سے کچھ وہ ہیں جن کو کمال تک پہنچنے کے لئے کسی پُروسس کی ضرورت نہیں جیسے زمین اور ستارے۔ کچھ وہ ہیں جن کو کمال تک پہنچنے کے لئے ایک پورا پروسس درکار ہوتا ہے جیسے انسان، اِسے درجۂ کمال تک پہنچنے کے لئے تربیت کے پروسس سے گزارنا پڑتا ہے۔ تربیت لینے کا یہ پُروسس بچپن سے شروع ہوتا ہے اور زندگی کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔

والدین کا اپنے بچّوں کی بھرپور تربیت کرنے کے لئے سالانہ چھٹیاں بہت ہی سنہری موقع ہوا کرتی ہیں، اِس موقع کو فائدہ مند بنانے کے لئے والدین کے لئے چند تجاویز پیش کی جارہی ہیں:

بچّوں کے لئے پورے دن کا ٹائم ٹیبل بنایئے

اِن چھٹیوں میں بچوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دیجیے کہ ہر شخص کو پورے 24 گھنٹے ملتے ہیں جسے ٹھیک ٹھیک طریقے سے گزار کر وہ کامیابی حاصل کرسکتا ہے اور غلط طریقے سے گزار کر وہ ناکام ہوجاتا ہے اور بسا اوقات ناکامی کا ذمّہ دار کسی اور کو ٹھہرا رہا ہوتا ہے۔ بچّوں کو 24 گھنٹوں کی اہمیت ذہن نشین کروانے کے بعد اُن کی دل چسپیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسا ٹائم ٹیبل بنایئے جس پر عمل کرنا آسان ہو اور اُن میں کسی قسم کی کوئی پیچیدگی نہ ہو۔

بچّوں کو فوکس کرنا سکھایئے

ہم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر کام توجّہ مانگتا ہے اور کسی کام کو بے توجّہی سے کرنا ناکامی و نقصان کا سبب بنتا ہے لٰہذا ہم نے اِن چھٹیوں میں بچوں کو اپنے کاموں پر فوکس کرنا سکھانا ہے لٰہذا بچوں کو بتایئے کہ کسی کام کو فوکس کرکے کرنے میں ہمیں یہ فائدے حاصل ہوں گے:

1 ہمارا دماغ اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بچ جائے گا اور فوکس کی مسلسل پریکٹس کی وجہ سے اِسے کنٹرول میں رکھنے میں آنے والی مشکلیں دور ہوتی چلی جائیں گی 2 آنے والی پرابلمز کو حل (Solve) کرنا آسان ہوگا 3 کام جلدی مکمل ہوگا 4 غلطیاں نہ ہونے یا کم سے کم ہونے کے امکانات (Possibilities) بڑھیں گے 5 صلاحیت اور تجربہ بھی بڑھے گا وغیرہ۔

بچّوں کے لئے ریڈنگ سرکل بنایئے

اِن چھٹیوں میں بچوں کی دماغی صحت (Mental Health) کا خیال بھی رکھنا ہے اور اِس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بچوں کو کتابوں سے جوڑ دیا جائے اور پڑھنے میں مستقل مزاجی پیدا کرنے کے لئے گھر میں ہی ریڈنگ سرکل بنالیا جائے۔

ریڈنگ سرکل کی ایک صورت یہ ہے کہ دن کے مختلف حصّوں میں گھر کا ایک فرد کسی کتاب کے چند صفحات پڑھے اور سب سنیں، مثلاً: نمازِ فجر کے بعد اِسی ماہنامے کے پچھلے شماروں میں چھپنے والے تفسیرِ قراٰن کا کالم پڑھ کر سنا دیجئے یوں کم وقت میں روزانہ تفسیر کے ساتھ ایک آیت پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کا موقع ملے گا اور قراٰن سے مزید دل چسپی بڑھے گی، پھر وہ دن دور نہیں ہوگا کہ ہمارے بچے تفسیر صراط الجنان یا ایک جلد پر مشتمل اِفہامُ القرآن یا حال ہی میں شائع ہونے والی دو جلدوں پر مشتمل "تفسیرِ تعلیم القرآن" کو از خود پڑھنا

شروع کردیں گے۔

اُس کے بعد ایک حدیث اور اُس کی شرح سننے کے اہتمام کرسکتے ہیں، اِس کے لئے فیضانِ مدینہ میں پبلش ہونے والی حدیث و شرحِ حدیث پڑھ کر سنانا بہت مفید رہے گا۔ اِن چھٹیوں میں ایسا کرنے کے نتیجے میں وہ دن بھی آئے گا کہ ہمارے بچے بخاری شریف کی شرح "نزہۃ القاری" مشکوٰۃ شریف کی مشہور اردو شرح "مراٰۃ المناجیح"، حدیثِ پاک کی مشہور کتاب ریاضُ الصالحین کی اردو شرح "فیضان ریاض الصالحین" اور مکتبۃُ المدینۃ سے بہت جلد شائع ہونے والی شرحِ تجریدِ بخاری بنام "ضیاءُ القاری" پڑھنے کی قابلیت خود میں پائیں گے۔ اِن شآءَ اللہ الکریم

روزانہ کسی ایک نماز کے بعد امیر اہلِ سنّت کی کتابوں (فیضانِ نماز، غیبت کی تباہ کاریاں، نیکی کی دعوت وغیرہ) اور رسالوں سے درس دینے کا سلسلہ بھی رکھئے کہ یہ ایسے عظیم مصنّف کی تحریریں ہیں کہ جسے پڑھ کر اور سُن کر لاتعداد لوگ راہِ راست پر آگئے ہیں۔

دعوتِ اسلامی کی طرف سے ہر ہفتے پڑھنے کے لئے ایک رسالہ دیا جاتا ہے، وہ رسالہ بھی ریڈنگ سرکل کے لئے مفید رہے گا۔

یاد رہے کہ دعوتِ اسلامی کی طرف سے آنے والی تحریروں میں "Story Telling" کی ٹیکنیک استعمال کی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہر عمر کا فرد کتاب سے ایک طرح کی "Emotional Attachment" محسوس کرتا ہے اور یہی چیز اُسے اچھا بننے میں اور برائی کو چھوڑنے میں مدد دیتی ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اِس ریڈنگ سرکل سے اچھے نتائج حاصل کرنے کے لئے والدین کی موجودگی اور سنجیدگی دونوں ضروری ہیں۔

بچّوں کے لئے فزیکل ایکٹویٹی کا اہتمام کیجئے

آج کے بچوں کو ڈیوائسز (جیسے موبائل، آئی پیڈ، ٹیبلٹ وغیرہ) نے جکڑ کر رکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے اِن کی ذہنی صحت کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے اور جسمانی صحت (Physical Health) کو بھی اور وہ پُھرتی کے بجائے سستی کا شکار ہورہے ہیں اور اُن میں "Procrastination" یا ٹال مٹول کی عادت بھی پختہ ہورہی ہے لہٰذا جب ہم کوئی کام دیتے ہیں یا کوئی ٹاسک سونپتے ہیں تو وہ پرجوش آواز میں "کرلیتا ہوں" نہیں کہتے بلکہ ٹالنے والے لہجے میں "کرلوں گا" بول دیتے ہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے ایسی کسی آزمائش سے دوچار نہ ہوں تو آپ اُن سے کوئی نہ کوئی فزیکل ایکٹویٹی کرواتے رہئے تاکہ بچے ابھی سے ہی "Now or Never" "ابھی نہیں تو کبھی نہیں" کے احساس سے پُرعزم رہیں۔

مشورہ ہے کہ دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں میں آپ بھی حصّہ لیجئے اور بچوں کو بھی اِن میں ساتھ رکھئے کیوں کہ روزانہ، ہفتہ وار اور ماہانہ ہونے والے دینی کام بہت ہی زبردست فزیکل ایکٹویٹی ہے۔

"مجھے نہیں آتا" اور "میں سیکھ لوں گا" کی اہمیت بتائیے

اِن چھٹیوں میں ہمیں بچوں کو بتانا ہوگا کہ اُن کو کیا کیا سیکھنے کی ضرورت ہے اور سیکھنے کے کیا کیا فائدے ہیں، نہ سیکھنے کی وجہ سے ہمیں کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں۔ بچوں کو خوش فہمی پر مشتمل یہ آسیبی جملہ "مجھے سب آتا ہے" سے بچانے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ اُن میں سیکھتے رہنے اور اپنی Skills میں اضافہ کرنے کی جستجو بڑھتی رہے "مجھے نہیں آتا" کا احساس اُن میں عاجزی و انکساری پیدا کرے اور "میں سیکھ لوں گا" یا "مجھے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے" جیسے جملوں کی تکرار اُن کے عزم و حوصلے کو توانائی (Energy) فراہم کرے۔

محترم والدین! ہمارے بچے اللہ کی امانت ہیں اِن کی حفاظت اور نگہداشت ہماری ذمّہ داریوں میں شامل ہے، ہمیں اِن چھٹیوں میں اِس ذمّہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنی اچھی عادتوں میں اضافہ اور خراب عادتوں کا خاتمہ کرنا ہوگا۔

بیٹیوں کو دین سکھائیں

اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہو وہ اس کو ادب سکھائے اور اچھا ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور اللہ پاک نے اس کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان نعمتوں میں سے اس کو بھی دے تو اس کی وہ بیٹی اس کے لئے دوزخ کی آگ سے ستر اور حجاب (پردہ) ہو گی۔[1]

یقیناً وہ لوگ مذہبِ اسلام کی تعلیمات سے نابلد اور اس کی خوبیوں سے ناآشنا ہیں جو بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کی کوتاہی کو اسلامی تعلیمات سے جوڑتے ہیں ان کے لئے یہ حدیثِ مبارکہ روشن دلیل ہونی چاہئے جس میں بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کی ترغیب و تاکید موجود ہے۔ اسی طرح پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[2]

اس حدیث میں بھی مرد کی کوئی تخصیص نہیں ہے خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے علمِ دین سیکھنا فرض ہے۔

اور یہاں علم سے ضَروری دینی علم مُراد ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے اسلامی عقائد کا سیکھنا فرض ہے، اس کے بعد نماز کے فرائض و شرائط و مُفسِدات (یعنی نماز کس طرح دُرُست ہوتی ہے اور کس طرح ٹوٹ جاتی ہے) پھر رَمَضانُ المُبارَک کی تشریف آوری ہو تو جس پر روزے فرض ہوں اُس کیلئے روزوں کے ضَروری مسائل، جس پر زکوٰۃ فرض ہو اُس کے لئے زکوٰۃ کے ضَروری مسائل، اسی طرح حج فرض ہونے کی صورت میں حج کے، نکاح کرنا چاہے تو اس کے، تاجر کو تجارت کے، خریدار کو خریدنے کے، نوکری کرنے والے اور نوکر رکھنے والے کو اِجارے کے الغرض ہر مسلمان عاقِل و بالغ (Wise, Grownup) مرد و عورت پر اُس کی موجودہ حالت کے مطابِق مسئلے سیکھنا فرضِ عَین ہے۔

اِسی طرح ہر ایک کے لئے مسائلِ حلال و حرام سیکھنا بھی فرض ہے۔ نیز باطنی فرائض مثلاً عاجزی و اِخلاص اور توکُّل وغیرہا اور ان کو حاصل کرنے کا طریقہ اور باطنی گناہ مثلاً تکبُّر، رِیاکاری، حسد، بدگمانی، بُغض و کینہ وغیرہا اور ان کا علاج سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مُہلِکات یعنی ہَلاکت میں ڈالنے والی چیزوں جیسا کہ وعدہ خِلافی، جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان، بدنگاہی، دھوکا، ایذاءِ مسلم وغیرہ وغیرہ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے بارے میں ضَروری احکام سیکھنا بھی فرض ہے تاکہ اِن سے بچا جاسکے۔[3]

جو لوگ ایک بیٹی کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی کرتے ہیں درحقیقت وہ آنے والی نسل کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس ضرورت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آج کی بیٹی اور کل کی ماں کی ایسی بھرپور دینی تربیت کی جائے کہ آنے والی نسل عشقِ رسول کے رنگ میں رنگ جائے۔ ماں کی گود چونکہ بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے لہٰذا ایک بیٹی کی صحیح معنوں میں دینی تربیت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ماں خود بھی ضروری علومِ دینیہ سے آگاہ ہو تاکہ وہ اپنی بیٹی کو ابتدائی عمر سے ہی توحید و رسالت کے متعلق راہنمائی فراہم کرتی رہے۔

لیکن آج کل کی مائیں بھی بے عملی اور اسلامی تعلیمات سے دوری کے رجحان کی وجہ سے اپنی اس اہم ذمہ داری کو سمجھنے اور اس کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہیں۔ جبکہ اگر ہم اپنے دین کا علم حاصل کریں تو ہمیں پتا چلے گا کہ بچیوں کے حقوق میں اس بات کو شامل کیا گیا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کی جائے۔ اور اس پر بھی راہنمائی ملتی ہے کہ ان کو کس عمر میں کس طرح کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ 7 سے 9 سال کی عمر شرعی مسائل اور دینی تربیت کے لئے سب سے اہم ترین وقت ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کا حکم دیا جائے۔[4] نرمی سے نماز کی طرف لائے، ہو سکے تو الارم وغیرہ کے ذریعے خود اُٹھنے کا عادی بنائیں، اوقاتِ نماز دیکھنا سکھائیں اور نقشۂ نماز اسے دلوائیں، ساتھ ساتھ نماز، سورۂ فاتحہ و دیگر سورتیں اور اذکارِ نماز (جو کچھ نماز میں تلاوت کے علاوہ پڑھا جاتا ہے وہ) بھی درجہ بہ درجہ (Gradually) سکھائیں۔ سات برس کی عمر میں نماز کا حکم دینے کے ساتھ ہی نماز اور طہارت کے ضروری مسائل بھی سکھائیں کہ سات سے نو برس کی عمر بچیوں کی تربیت کے تعلق سے بے حد اہم ہے کہ بچیاں اس کے بعد جلد بالغہ ہو جاتی ہیں۔ دس سال کی عمر میں اگر ضرورت پڑے تو سختی کے ساتھ بھی نماز کی پابندی کروائی جائے۔ نیز اس عمر سے بچیوں کو پردے کا ذہن دینا شروع کریں۔ مردوں، لڑکوں، Cousins سے الگ کرنا شروع کر دیں۔ اسی طرح اب مردوں سے قرآن پاک اور دیگر تعلیم نہ دلوائیں کہ نو سال کی عمر کے بعد بچی بالغہ ہو سکتی ہے۔ اسی عمر میں آہستہ آہستہ بچے کی عقل کے مُطابق اسلامی عقائد بتائے جائیں۔ بچیوں کے اخلاق اچھے کرنے کے لئے مُہلکات (یعنی ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں مثلاً حرص و طمع، حُبِّ دُنیا، حُبِّ جاہ، رِیا، عُجب، تکبُّر، خیانت، جھوٹ، ظُلم، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ) کی خرابیاں بیان کرے، ہو سکے تو ایسی کہانیاں سنائے کہ ان چیزوں کی نفرت پیدا ہو اسی طرح مُنْجیات (یعنی نجات دلانے والی باتوں مثلاً توکل، قناعت، زُہد، اِخلاص، تواضع، امانت، صِدق، عدل، حیا وغیرہ) کی خوبیاں بیان کرے، ہو سکے تو ایسے واقعات سنائے کہ ان چیزوں کی محبّت پیدا ہو۔

پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان ہے: اپنی اولاد کو 3 باتیں سکھاؤ (۱) اپنے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مَحبَّت (۲) اہلِ بیت علیہِمُ الرِّضوان کی مَحبَّت اور (۳) تلاوتِ قراٰنِ کریم۔

ذکرِ مصطفےٰ چونکہ نورِ ایمان و سُرورِ جان ہے اس لئے ہمیں ایسے اسباب پیدا کرنے چاہئیں کہ جن کی بدولت بیٹیوں کے دل میں درودِ پاک اور نعت شریف پڑھنے اور سننے کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے۔ حمد و نعت اور اولیائے کرام کی منقبت بچیوں کو سنائی جائیں تو ثواب بھی ملے گا اور بچیاں نعت بھی سیکھ جائیں گی۔ اس کے علاوہ صالحین و صالحات کے واقعات کہانیوں کی صورت میں سنانا بھی مفید ہے۔

تمام والدین پر لازم ہے کہ بیٹی کی پرورش کرنے میں قراٰن و سنّت کی مَحبَّت اس کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔

اللہ پاک ہمیں اپنی بچیوں کو علمِ دین کے زیور سے آراستہ کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) حلیۃ الاولیاء، 5/67، حدیث: 6348 (2) ابن ماجہ، 1/146، حدیث: 224 (3) نیکی کی دعوت، ص136، 137 ملخصاً (4) ابوداؤد، 1/208، حدیث: 495 (5) جامع صغیر للسیوطی، ص25، حدیث: 311۔

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

کیا رجعی طلاق عدت کے بعد تین طلاق میں بدل جاتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام طلاق کے متعلق درج ذیل مسائل کے بارے میں:

1 کیا عورت کو ایک طلاق ہو جانے کے بعد بھی اس پر عدت لازم ہوتی ہے؟ جبکہ اولاد بھی موجود ہو اور طلاق واقع ہونے سے کافی عرصہ پہلے سے ہی عورت شوہر سے جھگڑ کر بذاتِ خود اپنے والدین کے گھر رہتی رہی ہو۔ نیز اس صورت میں عورت نفقے کی حق دار ہوگی یا نہیں؟

2 اگر عورت کو ایک رجعی طلاق دی جائے اور شوہر قولی یا فعلی رجوع نہ کرے اور طلاق کی عدت گزر جائے، تو کیا عدت گزر جانے سے ایک طلاق تین طلاقوں میں تبدیل ہو جاتی ہے یا ایک ہی شمار میں رہتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

1 اگر شوہر اپنی مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دے دے تو اس ایک طلاق کے بعد بھی عورت پر عدت لازم ہوتی ہے، کیونکہ نکاح یا شبہہ نکاح زائل ہونے کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک زمانہ تک انتظار کرنا عدت کہلاتا ہے۔ اور یہ بات ایک طلاق کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے۔ نیز نفقہ کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر مطلقہ عورت دورانِ عدت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے گھر رہ رہی ہو اور شوہر کے گھر شرعی حدود و قیود کے ساتھ عدت گزارنے کے لئے راضی نہ ہو تو ایسی عورت شرعاً ناشزہ (نافرمان) ہے۔ شوہر پر ایسی عورت کی عدت کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ واپس شوہر کے گھر میں آکر عدت پوری کرنے لگے تو شوہر پر بقیہ عدت کا نفقہ دینا واجب ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ اگر مطلقہ عورت شوہر کے ہاں عدت گزارنا چاہتی ہے لیکن شوہر خود ہی اپنی بیوی کو اپنے گھر عدت گزارنے نہیں دے رہا تو اس صورت میں شوہر پر عورت کی عدت کا نفقہ دینا واجب ہے، اگر نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا۔

2 ایک رجعی طلاق واقع ہو جانے کے بعد اگر دورانِ عدت شوہر قولی یا فعلی رجوع نہ کرے تو عدت گزرنے کے بعد وہ رجعی طلاق بائنہ میں تبدیل ہو جائے گی اور عورت شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی، البتہ وہ طلاق شمار میں ایک ہی رہے گی، تین طلاقوں میں تبدیل نہیں ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر شوہر اسی عورت سے اس کی رضامندی سے نئے مہر کے ساتھ تجدیدِ نکاح کرتا ہے تو اب شوہر کو صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہے گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

دس ہزار بار یارحمٰن پڑھنے کی منت ماننا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا بیٹا بیمار تھا، تو میں نے منت مانی کہ اگر یہ ٹھیک ہو گیا تو دس ہزار بار "یارحمٰن" کا وِرد کروں گی، اب الحمدُ للہ بیٹا ٹھیک ہو گیا ہے، تو اس منت کو پورا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

منت لازم ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس کام کی منت مانی، اس کی جنس میں سے کوئی فرض یا واجب ہو، جبکہ "یارحمٰن" کا ورد ایسا کام ہے جس کی جنس میں سے کوئی فرض یا واجب موجود نہیں ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں آپ پر دس ہزار بار "یارحمٰن" پڑھنا، شرعاً لازم نہیں ہے، نہ پڑھیں تو کوئی گناہ نہیں، مگر پڑھ لیں تو اچھا ہے کہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

چھوٹوں پر شفقت نہ کرنے کے نقصانات

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ

اللہ پاک کے آخری نبی محمد عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا ترجمہ: رحم کرو! تم پر رحم کیا جائے گا۔ (مسند احمد، 2/565، حدیث: 6552) اللہ کریم ہمیں رَحم دِل بنائے، اٰمین۔ جو واقعی رحم دل ہو گا وہ چھوٹا ہو یا بڑا سب پر رحم کرے گا، اگر کوئی بچّہ بھول بھی کر بیٹھے گا تو ایسا شخص دَرگُزر سے کام لے گا کہ "بچّہ ہے جانے دو!" اِس کے مُقابلے میں جو سخت دِل ہو گا اُسے رحم و شفقت کا طریقہ ہی معلوم نہیں ہو گا، بلکہ وہ کبھی بے سَبَب بھی بچّے کو ڈانٹ ڈپَٹ اور مار دھاڑ کر ڈالے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ بہت ساری غلطیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو بچّہ کر رہا ہوتا ہے، لیکن اُسے پتا ہی نہیں ہوتا کہ یہ غلطی ہے۔ ایسی صورت میں آدمی کیا شدّت کرے! کیونکہ بچّے کو یہ بھی سمجھ نہیں پڑے گی کہ اس پر کیوں سختی کی جا رہی ہے! ایسے موقع پر بڑے کی شفقت و رحم دلی ہی بچّے کو بچا سکتی ہے اور رَحم کرنا ہی اُس کی بگڑی بنا سکتا ہے۔ چھوٹوں پر شفقت کرنا نفرتوں اور دُوریوں سے بچا سکتا ہے، ورنہ اگر چھوٹوں کو Ignore (یعنی نظر انداز) کیا جائے گا یا بات بات پر اُن کو ٹوکا اور جھاڑا جائے گا، ان پر غصہ کیا جائے گا تو وہ باغی ہو سکتے ہیں۔ آج کل چھوٹا بھائی جو اپنے بڑے بھائی کی عزّت نہیں کرتا اُس کے پیچھے بھی ایک وجہ بڑے کا چھوٹے پر رُعب جمانا، اُسے جھاڑنا اور مارنا ہے، کیونکہ تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے، بڑا بھائی شفقت نہیں کرے گا تو چھوٹا باغی ہو گا اور بد تمیزی کرے گا، جبکہ اگر بڑا بھائی شفقت کرے گا تو چھوٹا دِل سے اُس کا اَدَب کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ بہت پرانی بات ہے کہ کسی نے مجھ سے کچھ اس طرح کہا تھا کہ میرے چھوٹے بھائی میری بات نہیں مانتے، میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے بھائی (یا بھائیوں) سے "آپ جناب" سے بات کریں پھر دیکھیں۔ بعد میں وہ مجھے ملے تو کہنے لگے کہ آپ نے صحیح نسخہ دیا تھا، میں نے اپنے چھوٹے بھائی (یا بھائیوں) سے "آپ جناب" سے بات کرنی شروع کی ہے تو اب وہ میری عزت کرنے اور میری بات ماننے لگا ہے (یا لگے ہیں)۔ لہٰذا بڑوں کو چاہئے کہ چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹوں کو چاہئے کہ بڑوں کا اَدَب کریں۔ نبیّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا اَدَب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔" (ترمذی، 3/369، حدیث: 1926) یعنی وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، 6/560)

اللہ ربُّ العزّت ہمیں چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(نوٹ: یہ مضمون 3 اکتوبر 2020ء اور 20 جنوری 2024 کے مدنی مذاکروں کی مدد سے تیار کرنے کے بعد امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ سے نوک پلک درست کروا کے پیش کیا گیا ہے۔)